حصارِ امن و ایمان و یقین

خلافت ملتِ بیضا کے حق میں
حصارِ امن و ایمان و یقین ہے

ہادی علی چوہدری
مبلغ سلسلہ احمدیہ انگلستان

10610 JANE STREET
MAPLE, ON L6A 1S1
TEL: 905/832-2669
FAX: 905/832-3220

1986

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ
وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ
لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ
هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٥٦﴾

اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسبِ حال عمل کرنے والوں سے وعدہ
کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنا دیگا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا۔
اور جو دین اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے وہ ان کے لیے اُسے مضبوطی سے
قائم کردیگا اور اُن کے خوف کی حالت کے بعد وہ ان کے لیے امن کی حالت
تبدیل کردے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے
اور جو لوگ اس کے بعد بھی انکار کریں گے وہ نافرمانوں میں سے قرار دئے جائیں گے۔

﴿سورۃ النور﴾

انڈیکس

عرضِ حال

کچھ عرصہ قبل اس عاجز نے "حصارِ امن و ایمان و یقین" کا مسوّدہ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے ملاحظہ کے لئے خدمتِ اقدس میں پیش کیا تو پیارے آقا نے اس عاجز پر انتہائی شفقت فرماتے ہوئے خوشنودی کا اظہار فرمایا اور اس مبارک خواہش کا اظہار فرمایا کہ اگر اس کتاب کے آخر میں خلافت کو زائل کرنے کے لئے جو تحریکات مختلف صورتوں میں اٹھتی ہیں اُن کا بھی ذکر ہو تو بہتر ہے ۔ منشائے مبارک جو یہ عاجز سمجھ سکا شاید یہ تھا کہ تا جماعت خلافت پر اندرونی و بیرونی طور پر کئے جانے والے حملوں سے آگاہ رہے اور اس بابرکت خدائی نظام کو ہر وسوسے اور مخالفت سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرے ۔

چنانچہ آقا کے منشاء کے مطابق خاکسار نے اس آخری باب " ناقابلِ تسخیر " کو حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی تحریر اور تقریر سے حتی الوسع مزیّن کرنے کی کوشش کی ہے ۔

اس کتاب میں ص۴۱ تا ص۵۴ کی عبارت حضور انور ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی معرکۃ الآراء تصنیف " سوانحِ فضلِ عمر جلد ۱ کے ص۲۴۷ تا ص۲۵۸ سے نقل ہے ۔

الحمدللہ کہ اس عاجز کو اس اہم اور بنیادی عنوان پر کچھ مواد جمع کرنے کی توفیق ملی ہے جس میں سیدی و مطاعی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کی خوشنودی شامل ہے الحمد للہ ثم الحمد للہ

وما توفیقی الّا باللہِ العظیم۔

اے اللہ خلافت کی جوتیوں کے غلام کی ان ادنیٰ کوششوں کو قبول فرما اور اپنی جناب میں خلافت کے فدائیوں میں شمار کر۔

خاکسار

ہادی علی

مبلغ سلسلہ ۲۲/۱۰/۸۵

(۱)

خلافت ایسی حقیقت ہے جو اقوامِ عالم کو مساوات اور جمہوریّت کی فلسفیانہ بحثوں سے نکال کر انتخاب کے میدان میں لاکھڑا کرتی ہے اور پھر تائیدِ الٰہی اور نصرتِ خداوندی منتخب فرد کو اپنے حصار میں لے کر خلیفۃ اللہ اور ہر صاحبِ ایمان کا محبوب، آقا اور مطاع بنا دیتی ہے ——— اور ——— خلافت الہامِ الٰہی، نورِ یزدانی اور خداداد بصیرت سے ایمانِ متبعین کو جلا بخشتی ہے، اُس آبشار کی طرح جو بلندیوں سے اتر کر کشتِ ویراں کو زندگی کا پیام دیتی ہے ۔

خلافت روشنی صبحِ ازل کی — عروجِ آدمِ خاکی کی جھلکی
مقام اس کا ہے مضمرِ اُسْجُدُوا میں — حکومت یہ خدائے لَمْ یَزَل کی

ابتدائے عقیدت

خلافتِ حقّہ کے بارہ میں مختلف زاویہ ہائے نگاہ سے متعدد مضامین لکھے گئے، پڑھے گئے، دھرائے گئے اور شائع کیے گئے اور یہ سلسلہ جاری ہے اور جاری رہے گا کیونکہ سلسلۂ خلافت بھی جاری اور دائمی ہے۔

حضرت المصلح الموعود، خلیفۃُ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جماعت کے مبلّغین کو یہ نصیحت فرمائی تھی کہ وہ خلافت کے مقام، حقیقت، اہمیّت، عظمت اور برکات کو بار بار جماعت کے سامنے پیش کرتے رہا کریں۔ فرمایا:۔

"مبلّغین اور واعظین کے ذریعہ بار بار جماعتوں کے کانوں میں یہ آواز پڑتی رہے کہ پانچ روپے کیا، پانچ ہزار روپیہ کیا، پانچ لاکھ روپیہ کیا، پانچ ارب روپیہ کیا، اگر ساری دنیا کی جانیں بھی خلیفہ کے ایک حکم کے آگے قربان کر دی جاتی ہیں تو وہ بے حقیقت اور ناقابلِ ذکر چیز ہیں .... اگر یہ باتیں ہر مرد، ہر عورت، ہر بچے، ہر بوڑھے کے ذہن نشین کی جائیں اور ان کے دلوں پر ان کا نقش کیا جائے تو وہ ٹھوکریں جو عدمِ علم کی وجہ سے لوگ کھاتے ہیں کیوں کھائیں ..... پس سب سے اہم ذمّہ داری علماء پر عائد ہوتی ہے ..... ہماری جماعت کے علماء لوگوں کو تیار کر سکتے ہیں اور دوسرے لوگ بھی جن کو خدا تعالےٰ نے علم و فہم بخشا ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی خشیّت اپنے دلوں میں رکھتے ہیں اور الٰہی محبّت کے حاصل کرنے کی خواہش اپنے قلوب میں پاتے ہیں لوگوں کو اس رنگ میں تیار کر سکتے ہیں اور ان کے اعمال کی اصلاح میں حصّہ لے سکتے ہیں اور خدا تعالےٰ کی نظر میں خلیفۂ وقت کے نائب قرار پا سکتے

ہیں ۔" (تعلیم العقائد والاعمال پر خطبات صفحہ ۶۵ از حضرت المصلح الموعودؓ مرتبہ شیخ یعقوب علی عرفانیؓ)

خلافت کے ساتھ فطرتی محبّت اور فدائیت کا رشتہ تو تھا ہی مگر جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے مندرجہ بالا ارشاد پر نظر پڑی تو فرض کی ادائیگی کے طور پر خلافت کی برکات کے بارہ میں حقیقتیں سینۂ قرطاس پر بکھیرنے کے لیے نوکِ قلم کو جنبش دی ۔ مگر مشکل یہ درپیش آئی کہ ابتداء کہاں سے کروں ۔

= اس ایمان سے جس کی بناء پر خُدا تعالیٰ نے مومنین سے وعدۂ خلافت کیا یا اعمالِ صالحہ کی ان بنیادوں سے جو خلافت کے قیام کی وجہ بنتے ہیں ۔

= مضمون کے دروازے تائیدِ الٰہی کے ان جلوؤں کے ذکر سے کھولوں جو ہر آن خلافت کے شاملِ حال رہتے ہیں یا ان ناکامیوں اور نامرادیوں سے جو اس کی مخالفت کے باعث تاریخ اسلام کے درخشاں باب کو بدنما کر گئیں ۔

= اس محبّت اور عقیدت سے شروع کروں جو اسکی روشنی میں جلا پا کر مقدّس ہو جاتی ہے یا اس اطاعت اور فرمانبرداری سے جو خلافت سے وابستگی کی شرطِ اوّل ہے ۔

ساری حقیقتیں عیاں ہیں اور ساری کرنیں روشن ؎

کون سا پھول چنوں گلشن سے

ایک سے ایک سوا لگتا ہے ۔

اسی کشمکش میں ذہن کے تار اس عظیم الشان حقیقت افروز واقعہ میں الجھ گئے جو خلافتِ اسلامیہ کے ظہور کے ساتھ ہی رونما ہوا ۔ جس نے خلافت کی حقیقت ، اہمیّت اور برکتوں کو اتنی وضاحت بخشی کہ اس کی صداقت اور منجانب اللہ ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ رہی ۔ اس ایک واقعہ نے عظمتِ خلافت کو اتنا روشن کر دیا کہ شرک کی گھٹائیں اور دین میں کمزوری اور خوف کے تمام بادل چھٹ گئے ۔

اس واقعہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ جس طرح مقامِ نبوّت پر فائز شخص کو دنیا کی کوئی طاقت جنبش نہیں دے سکتی اسی طرح مسندِ خلافت پر متمکّن وجود ناقابلِ تسخیر ہوتا ہے ۔ جس طرح خدا تعالےٰ کا نبی اس کی صفات کا مظہر کامل ہوتا ہے ۔ اسی طرح خلیفۂ وقت کے وجود میں بھی دنیا خدا تعالےٰ کی صفات کے جلوے مشاہدہ

کر سکتی ہے ۔

ہوا یوں کہ پیارے آقا، سردارِ دوجہاں، سیّدُ وُلدِ آدم، حضرت محمد مصطفےٰ صلیّ اللہ علیہ وسلّم کو آخری علالت کے وقت یہ خبر ملی کہ شام کا بادشاہ مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے مدینہ پر لشکر کشی کی تیاری کر رہا ہے ۔ چنانچہ آپؐ نے ایک فوج کی تیاری کا ارشاد فرمایا اور اس کی سپہ سالاری حضرت اسامہ بن زیدؓ کے سپرد کی ۔ ابھی یہ لشکر تیاری ہی کر رہا تھا کہ پیارے آقا صلیّ اللہ علیہ وسلّم خُدا کے حضور حاضر ہو گئے ۔ پیارے آقا ومطاع کی وفات ہر مسلمان کے لیے قیامت بن گئی اپنے محبُوب کی جُدائی کے صدمہ سے روحیں گھائل اور جگر چھلنی تھے ۔ چاروں سمت بے کسی اور کسمپرسی کی پرچھائیاں منڈلا رہی تھیں اور ادھر کئی نو مسلم قبائل جنہیں ابھی تربیت کی آنچ مکمل طور نہ پہنچی تھی، نفاق اور ارتداد کی راہ اختیار کر رہے تھے ۔ دشمنانِ اسلام، اسلام کو صفحۂ ہستی سے نابود کرنے کے لیے اپنی تلواروں کو آب دے رہے تھے ۔ ان حالات میں اسلام کے بارہ میں دشمنوں کا تصوّر تھا کہ ؎

چراغِ سحر ہے بجھا چاہتا ہے

گویا عناد، ارتداد اور مخالفت کے طوفان میں اسلام اس جزیرے کی طرح دکھائی دیتا تھا جو بپھرے ہوئے سمندر میں بے بسی سے آس کی لہروں کو جذب کرتا ہے ۔

اس خوف کی حالت میں خُدا تعالیٰ نے اپنا وعدہ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا[1] پورا کیا اور حضرت ابو بکرؓ کو خلیفۃ الرسولؐ اور امیر المومنین کی خلعت عطا کی ۔ یہ خلیفۃ الرسولؐ عزم کی چٹان اور استقلال کی آہنی دیوار بن کر اس کفر و ارتداد کے طوفان کے مقابل کھڑا ہو گیا ۔

بڑے بڑے جلیل القدر اور عظیم المرتبت جری صحابہ، آپؓ کو حالات کی نزاکت کے پیشِ نظر یہ مشورہ دینے لگے کہ حضرت اسامہؓ والے لشکر کی روانگی کو روک دیا جائے کیونکہ مدینہ دشمنوں کے نرغہ میں ہے ۔ اور مسلمان انتہائی کمزوری کی حالت میں ہیں کیونکہ فراقِ رسولؐ کے صدمہ نے ان کی طاقتوں کو سلب کر لیا ہے

---

[1] ۔ اور ہم ان کے خوف کو امن میں بدل دیں گے ۔

اور جنگی مہارت رکھنے والے تمام افراد اگر شام کی طرف چلے گئے تو دشمن فائدہ اٹھا کر مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اگر دنیاوی سوچ اور فہم سے غور کیا جاتا تو صحابہ کی یہ رائے ماننا عین ضروری تھا مگر خلیفۂ وقت نے جس کی ہر سوچ تائید خداوندی پر ایمان کے سانچے میں ڈھلی ہوئی اور ہر فیصلہ کا انحصار خُداداد بصیرت پر ہوتا ہے، بڑے استقلال اور جلال سے پُر الفاظ میں فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسُ اَبِیْ بَکْرٍ بِیَدِہٖ لَوْظَنَنْتُ اَنَّ السِّبَاعَ تَخْطِفُنِیْ لَاَنْفَذْتُ بَعْثَ اُسَامَۃَ کَمَا اَمَرَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَوْلَمْ یَبْقَ فِی الْقُرٰی غَیْرِیْ لَاَنْفَذْتُہٗ۔

کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں ابوبکر کی جان ہے، اگر مجھے یہ بھی خیال ہو کہ درندے مجھے چیر پھاڑ دیں گے پھر بھی میں ضرور اُسامہ کے لشکر کو اسی طرح روانہ کروں گا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس کی روانگی کا حکم دیا تھا اور اگر میرے علاوہ اور کوئی بھی باقی نہ رہے تب بھی میں اسے ضرور روانہ کروں گا ——— اور وہ لشکر روانہ کر دیا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:- اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِہْتَدَیْتُمْ کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ کسی ایک کی بھی پیروی کرو تو راہِ ہدایت حاصل کر سکتے ہو ——— کتنا عظیم مقام ہے صحابہ رضوان اللہ علیہم کا کہ ہدایت کے لیے بڑے سے بڑے بزرگ کو بھی انہیں کے در سے راہنمائی ملتی ہے ——— گویا چودہ صدیوں کے اولیاء اللہ اور مجدّدین خادم اور مطیع ہیں ایک صحابی کے اور ادھر دربارِ ابوبکرؓ میں ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ سر جھکائے کھڑے نظر آتے ہیں خلیفۂ وقت کے سامنے ——— تمام صحابہؓ خادم اور مطیع ہیں خلیفۂ وقت کے۔

وہ عظیم الشان وجود، نورِ بصیرت سے معمور صحابہ کرامؓ جن کے ارادوں سے سنگلاخ چٹانیں بھی موم ہو گئیں۔ جن کی ایک نظر چلتے قافلوں کا رخ بدل دیتی تھی جن کا ایک فیصلہ حکومتوں کا رخ بدل دیتا تھا۔ بڑی بڑی سلطنتوں کے سامنے بھی جن کا سر فخر سے اٹھا ہوتا تھا۔ آج ان تمام کا سر خلیفۂ وقت کے سامنے جھکا نظر آتا ہے سب کے ارادے، سب کی آراء خلیفۂ وقت کے فیصلہ اور عزم کے سامنے کسی حیثیت کی حامل نہیں۔

وہی صحابہ جن کا قول تمام اُمّتِ مسلمہ کے لیے واجب العمل ہے ۔ خلیفہ وقت کا قول ان سب صحابہ کے اقوال پر فائق اور اَولیٰ ہے ــــــ وہی صحابہ، اگر کسی ایک کے نمونہ کو اپنایا جائے تو ہدایت مل جاتی ہے ۔ ــــــ یہ تمام ہدایت حاصل کرنے والے ہیں خلیفہ وقت سے ــــ بہرحال اس واقعہ نے اُمّتِ مسلمہ پر واضح کر دیا کہ

۱۔ خلیفہ وقت کا مقام کس عظمت وشان کا حامل ہے ۔ ۲۔ وہ نبی کے بعد ہر مومن کا مطاع اور آقا ہوتا ہے ۳۔ وہ شریعت کا پاسبان ہے (کیونکہ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت اسامہؓ والے لشکر کی روانگی کو ملتوی یا منسوخ کر دیتے تو اُمّتِ مسلمہ میں یہ وسوسہ پیدا ہو سکتا تھا کہ نبی کا حکم بھی ٹالا جا سکتا ہے ۔ مطلب پرست لوگ یہ نتیجہ نکالتے کہ فرمانِ رسولؐ پر اگر عمل نہ بھی کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ حضرت ابوبکرؓ نے اسامہؓ کا لشکر روک کر نبیؐ کے حکم پر عمل نہیں کیا۔ چنانچہ احکام رسول کو ٹالنے کی ایک وسیع راہ کھُل جاتی اور شریعتِ اسلامیہ مسخ ہونے سے بچ نہ سکتی۔

۴۔ وقتی طور پر یہ فائدہ ہوا کہ دشمنوں نے یہ اندازہ کیا کہ اس کسمپرسی کی حالت میں اگر مسلمانوں کا اتنا بڑا لشکر شام بھیجا جا رہا ہے تو یقیناً مدینہ میں بھی ان کی بہت بڑی طاقت موجود ہے ۔ ان کے دلوں پر رعب طاری ہو گیا اور مسلمانوں کی طاقت کی دھاک بیٹھ گئی اور اس لشکر کی روانگی دشمنانِ اسلام کے مدینہ پر حملہ کے عزائم میں روک بن گئی ۔

(۳)

سندِ ایمان و اعمالِ صالحہ

اللہ تعالیٰ نے خلافت کے بارہ میں فرمایا:۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ۔ کہ یہ وعدہ ان لوگوں سے ہے جو حقیقی مومن اور مناسب حال نیک عمل کرنے والے ہیں۔ یہ آیت واضح کرتی ہے کہ یہ وعدہ مشروط ہے ان لوگوں سے جو نظامِ خلافت پر ایمان رکھتے ہیں کہ یہ برحق ہے ۔ یہ وعدہ ایمان اور اعمال صالحہ کا وہ خاص معیار چاہتا ہے جو خدا کے اس انعام کو جذب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ لہذا کسی جماعت میں خلافت کا قیام اس جماعت کے ایمان اور اعمالِ صالحہ کے معیاری ہونے کی تصدیق کرتا ہے ۔

اس مضمون پر قرآن کریم مزید روشنی ڈالنے کے لیے بیان فرماتا ہے يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ۔ کہ خدا جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹوں سے نوازتا ہے خدا کی اس عطا اور موہبت کو جذب کرنے کے لیے خاص صلاحیت کی ضرورت ہے جس کے نتیجہ میں اولاد کا حصول ہوتا ہے اور جس میں یہ صلاحیت نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کی اس عنایت کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی طرح فرمایا۔ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ کہ یہ جو لہلہاتی سرسبز و شاداب کھیتیاں تمہیں نظر آتی ہیں۔ یہ تم اُگاتے ہو یا ہم؟ یعنی اگر کسان بنجر اور سیم زدہ زمین میں بیج ڈالے گا تو فصل حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ فصل اگانے کی صلاحیت اس زمین میں نہیں جو زرخیز زمین میں ہوتی ہے اس لیے اس زمین میں فصل کا نہ ہونا اس بات کی تصدیق ہے کہ وہ ناقابلِ کاشت ہے ۔

پس جس طرح ایک بنجر اور سیم زدہ قطعہ زمین فصل پیدا نہیں کر سکتا اسی طرح خدا کی یہ نعمت اور وعدۂ خلافت اس جماعت میں پورا نہیں ہو سکتا جو ایمان اور عملِ صالح کے اس معیار پر قائم نہ ہو جو خلافت کے قیام

کے لیے شرط ہے۔ مگر جہاں خلافتِ راشدہ قائم ہو وہ یقیناً مومنین اور صالحین کی جماعت ہے۔

اُمّتِ مسلمہ خلافت راشدہ سے محرومی کے بعد جب لحہ بہ لحہ زوال وادبار کے زینے اترنے لگی اور پھر ایک لمبے زمانہ کے بعد دردمند مسلمانوں نے خلافت کی کمی شدت سے محسوس کی اور اس کی فرقت کا احساس روح کو تڑپانے لگا تب خلافت کے قیام اور احیاءِ نو کے لیے کئی تحریکات نے سر اٹھایا۔ اور یہ سب تحریکات ناکامی کا داغ لیے اوراقِ تاریخ میں اوجھل ہو گئیں کیونکہ یہ کوکھ بانجھ تھی اور زمین بنجر۔

اللہ تعالیٰ کی تقدیر قیامِ خلافت کے لیے وہاں کام کرتی ہے جہاں ایمان اور اعمالِ صالحہ کی زرخیزی ہو اور جہاں یہ تقدیر کام کرتی ہے وہاں اُس جماعت کے ایمان اور اعمالِ صالحہ کی تصدیق بھی کرتی ہے۔ اور اس کا دوسرا رخ یہ ہے کہ:۔

"جو ان (خلفاء) کا منکر ہو اس کی پہچان یہ ہے کہ اعمالِ صالحہ میں کمی ہوتی چلی جاتی ہے اور وہ دینی کاموں سے رہ جاتا ہے۔" (الفضل ۱۷ ستمبر ۱۹۱۲ء حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ)

اور جب امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ سے آپ کی خلافت کی دلیل طلب کی تو آپ نے جواب دیا۔

اِنَّہٗ بَایَعَنِیْ الْقَوْمُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا اَبَابَکْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ مَا بَایَعُوْھُمْ عَلَیْہِ۔ کہ میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے جنہوں نے ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کی بیعت کی تھی اور انہیں اصولوں پر کی ہے جن پر ان تینوں کی بیعت کی تھی۔ اور آگے فرمایا۔ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی رَجُلٍ وَّسَمَّوْہُ اِمَامًا کَانَ ذٰلِکَ لِلّٰہِ رِضًا۔ (نہج البلاغہ مشہدی صفحہ ۱۸۸) من کتاب لہٗ الی معاویہ) (نہج البلاغہ جلد ۲ صفحہ ۷ مطبوعہ مصر)

کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر کسی ایک شخص کے ہاتھ پر جمع ہو جاتے ہیں اور اسے اپنا امام تسلیم کر لیتے ہیں تو خدا کی رضا اُس شخص کے شاملِ حال ہو جاتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان، اعمالِ صالحہ اور اپنے تقویٰ و طہارت کے لحاظ سے اس معیار پر قائم ہیں کہ خدا کی مرضی، خدا کی رضا اور خدا کا وعدہ ان لوگوں میں پورا ہوتا ہے۔ گویا حضرت علیؓ نے اپنی بیعت کرنے والوں کے ایمان اور تقویٰ پر فخر کیا ہے اور اسے قیامِ خلافت کی دلیل بنا کر پیش کیا کہ خدا کا وعدہ مومنوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

پس وہ جماعت جس میں خلافتِ راشدہ قائم ہو اس بات کی کافی دلیل ہے کہ وہ جماعت مومنین اور

صالحین کی جماعت ہے۔ چنانچہ حضرت المصلح الموعودؓ فرماتے ہیں :۔

"پس اے مومنوں کی جماعت ! اور اے عملِ صالح کرنے والو! میں تم سے کہتا ہوں کہ خلافت خدا تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے اس کی قدر کرو۔ جب تک تم لوگوں کی اکثریت ایمان اور عملِ صالح پر قائم رہے گی خُدا اس نعمت کو نازل کرتا چلا جائے گا۔ لیکن اگر تمہاری اکثریت ایمان اور عمل صالح سے محروم ہو گئی تو پھر یہ امر اس کی مرضی پر موقوف ہے کہ وہ چاہے تو اس انعام کو جاری رکھے اور چاہے تو بند کر دے۔ پس خلیفہ کے بگڑنے کا کوئی سوال نہیں۔ خلافت اس وقت چھینی جائے گی جب تم بگڑ جاؤ گے۔ پس اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی ناشکری مت کرو اور خدا تعالیٰ کے الہامات کو تحقیر کی نگاہ سے مت دیکھو بلکہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ تم دعاؤں میں لگے رہو تا قدرتِ ثانیہ کا پے در پے تم میں ظہور ہوتا رہے۔ تم ان ناکاموں اور نامرادوں اور بے عملوں کی طرح مت بنو جنہوں نے خلافت کو ردّ کر دیا بلکہ تم ہر وقت ان دعاؤں میں مشغول رہو کہ خُدا قدرتِ ثانیہ کے مظاہر تم میں ہمیشہ کھڑے کرتا رہے تا کہ اس کا دین مضبوط بنیادوں پر قائم ہو جائے اور شیطان اس میں رخنہ اندازی کرنے سے ہمیشہ مایوس ہو جائے۔"

(خلافتِ راشدہ)

امن کی ضمانت

خلافتِ حقّہ اسلامیہ کی ایک برکت یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ سے جماعتِ مومنین میں پیدا ہونے والے خوف کو دور کر دیا جاتا ہے۔

انسانی زندگی خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی، اُس میں نشیب و فراز، دُکھ سُکھ اور خوف اور امن کا دور دورہ رہتا ہی ہے۔ ایک قافلہ اگر راہ حیات میں قدم مارتا ہے تو اپنی منزل کے حصول میں کبھی پتھریلی چٹانیں اس کے قدموں کو اذیت سے ہمکنار کرتی ہیں تو کہیں سرسبز لہلہاتی کھیتیاں اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتی ہیں۔ کبھی وہ تشنہ لبی کا شکار ہوتا ہے۔ تو کبھی ابلتے ہوئے چشمے اس کی پیاس کا مداوا کرتے ہیں۔ اور جس طرح وہ قافلہ کبھی سکون و قرار سے راہِ سفر طے کرتا ہے اسی طرح راہزنوں کا خوف بھی اسے بے چین کرتا رہتا ہے۔

مذہبی زندگی بھی فطرت کی انہیں راہوں پر گامزن ہے۔ کبھی پے در پے ترقیات جماعت مومنین کی ہمتیں بلند کرتی ہیں تو کبھی منافقوں کا نفاق اور دشمنوں کی ریشہ دوانیاں اُن کے دلوں میں خوف پیدا کر دیتی ہیں۔ مگر خلافت الٰہی نعمت ہے کہ اس کے ذریعہ سے ہر خوف کی حالت امن اور اطمینان میں تبدیل کر دی جاتی ہے۔

خلفائے راشدہ کے زمانہ میں اُمتِ مسلمہ پر خوف کے عجیب و غریب حالات پیدا ہوئے اور مومنوں کا ہر خوف خلافت سے وابستگی کے سبب دور ہوتا گیا۔ ان بیسیوں واقعات کے علاوہ تاریخِ اسلام میں ایک حیرت انگیز واقعہ بھی رونما ہوا کہ جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کا کربناک واقعہ پیش آیا تو اُمتِ مسلمہ لرز گئی مگر خدا تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت عطا کی تو اُمت کی ڈھارس بندھی لیکن ابھی آپ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے ہی تھے اور منافقین کا فتنہ دبتا ہوا نظر آتا تھا کہ خوف کی ایک اور آندھی امیر معاویہؓ کی صورت میں اٹھی۔

ایک خوف دور ہوا تو دوسرے میں تلواروں کی جھنکار سنائی دینے لگی اور حضرت علیؓ سے حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کی سزا کا مطالبہ سنجیدگی کے ساتھ وحشت اختیار کرنے لگا تو خدا کی تقدیر خلافت کے ذریعہ اس خوف کو دور کرنے کیلئے عجیب طور پر جاری ہوئی کہ اُمتِ مسلمہ کے لیے ایک اور خوف کی صورت پیدا کردی گئی۔ وہ یہ کہ روم کے عیسائی بادشاہ نے مسلمانوں میں خوف وہراس اور انتشار دیکھ کر اسلامی مملکت پر حملہ کے لیے تلواروں کو آب دینی شروع کردی۔ مگر وہی معاویہؓ جو حضرت علیؓ کی مخالفت میں انتہا کو پہنچ رہے تھے، ایک دم رخ بدل کر روم کے بادشاہ سے مخاطب ہوئے اور کہلا بھیجا کہ یہ نہ سمجھنا کہ مسلمانوں میں اختلاف ہے اور تم اپنی کچلیوں کو ان پر آزمانے لگو۔ یاد رکھو کہ اگر تم نے اسلامی مملکت پر حملہ کیا تو سب سے پہلا جرنیل جو حضرت علیؓ کی طرف سے تمہارے مقابلہ کیلئے نکلے گا وہ میں ہوں گا۔ چنانچہ رومی بادشاہ، امیر معاویہؓ کی اس تنبیہ سے خوفزدہ ہوا اور اپنے ارادوں سے باز آگیا اور اس طرح وہ شدید خوف امن میں بدل گیا۔

پس یہ خلافت کا عظیم مقام تھا کہ امیر معاویہؓ جیسا شخص بھی حضرت علیؓ خلیفۂ وقت پر قربان ہونے کے لیے تیار ہو گیا۔

اسی طرح اس موجودہ زمانہ میں ہم نے خلافت کے ذریعہ خوف کو ایسے حیرت انگیز طور پر امن میں بدلتے ہوئے دیکھا کہ عقل دنگ رہ گئی۔ تاریخِ احمدیت اس کی شاہد ناطق ہے کہ جب بھی جماعت کو خوف وہراس میں مبتلا کرنے کی کوشش کی گئی خلافت کی برکتوں سے ہر طوفان صورتِ گرد بیٹھ گیا اور اسی ابتلاء میں جماعت غیر معمولی ترقیات کے مدارج طے کرنے لگی۔ ؎

وہ اور ہونگے جو سیلِ دریا میں ڈوب مرنے کی ٹھان بیٹھے
ہم ایسی موجوں کی کشمکش میں بڑھا کئے ہیں بڑھا کریں گے

مخالفت کی آگ نے نہ صرف احمدیوں کے مکانوں، دوکانوں اور جائیدادوں کو جلایا بلکہ رشتہ ہائے ایمانی بھی بھسم کر دیئے۔ ہر انسانیت سوز حربہ اور ہر خوفناک چال جماعت کو مٹانے کے لیے چلی گئی اور دوسری طرف یہ نظارہ بھی دیکھا گیا کہ وہ بیٹے جن کے باپ ان کی نظروں کے سامنے شہید کیے گئے تھے اور وہ باپ جن کے بیٹوں کو اُن کے رُوبرو گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا تھا۔ جن کی متاعِ حیات بظاہر ناامیدی کے دھوؤں میں تبدیل

ہوتی نظر آتی تھی۔ وہ خلیفۂ وقت سے ملے تو آنکھوں میں سکون واطمینان کے تأثرات ابھرنے لگے اور بشاشت سے چہرہ کھل اٹھا۔ خوف کی پرچھائیاں قرار کے رنگوں میں بدل گئیں۔ زبان تشکّر کے نغمے گانے لگی کہ سب کچھ لٹ گیا مگر متاعِ ایمان محفوظ رہی۔ کیونکہ یہی وہ سرمایۂ ہستی ہے کہ ہر عزیز سے عزیز ترین چیز بھی اس پر قربان کی جا سکتی ہے۔

اور ادھر خدا کا سلوک یہ ہے کہ خلیفۂ وقت کو یہ نوید دی جا رہی ہے وَسِّعْ مَكَانَكَ. اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ۔ کہ تو اپنے گھر کو وسیع تر کر، خدا خود مخالفت کرنے والوں اور استہزاء کرنے والوں سے نپٹ لے گا۔

پھر اس الہام کے جلوے ظاہر ہونے لگے۔ ایک طرف دشمنوں کی راہیں یاس و حرمان اور بدنصیبی و ناکامی کے کانٹوں سے اٹ گئیں اور ادھر شجرِ احمدیت پر ہزاروں شگوفے نکل آئے۔ غیر احمدی احباب قافلوں کی صورت میں مرکزِ احمدیت کی طرف رجوع کرنے لگے اور سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے لگے۔ مکانوں میں وسعت ہوئی مرکزِ سلسلہ میں ہر بڑی سے بڑی جگہ چھوٹی ہونے لگی۔ زبردست خطرات، برکتوں اور فضلوں میں تبدیل ہو گئے۔

پس خلافت وہ قلعہ ہے جس کی فصیلیں خوف کی دسترس سے بلند تر ہیں۔ وہ خوف خواہ منافقت کا ہو یا عداوت کا۔ جنگ کا ہو یا سیاست کا۔ کسی گروہ کی طرف سے ہو یا بادشاہت کی طرف سے۔ ہر حال میں خلافت امن کا نشان ہے۔ بڑی سے بڑی حکومت بھی اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتی بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ جو حکومت بھی خلافتِ حقّہ سے ٹکرائی، پاش پاش ہو گئی ــــــ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس طرح بیان فرمایا کہ:۔

"مَیں ایسے شخص کو جس کو خدا تعالےٰ خلیفۂ ثالث بنائے ابھی سے بشارت دیتا ہوں کہ اگر وہ خدا تعالےٰ پر ایمان لا کر کھڑا ہو جائے گا تو .... اگر دنیا کی حکومتیں بھی اس سے ٹکرلیں گی تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گی۔"

(خلافتِ حقّہ اسلامیہ صـ۱۸)

پس نظامِ خلافت کی اگر ایک طرف بنیادیں ایمان کی مستحکم چٹان پر قائم ہیں تو دوسری طرف اس کی

فصیلیں عرشِ رب العالمین کو چھو رہی ہیں۔ جہاں خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت اور حفظ و امان کے جلوے ہر وقت جلوہ فگن ہوتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں:۔

"جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاتے ہیں تو دُنیا پر ایک زلزلہ آجاتا ہے اور وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے مگر خُدا کسی خلیفہ کے ذریعہ اس کو مٹاتا ہے اور پھر گویا اس امر کا از سرِ نو اس خلیفہ کے ذریعہ استحکام ہوتا ہے ۔"

(الحکم ۱۴ را پریل ۱۹۰۸ء)

آیتِ استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے خلافتِ حقہ کی ایک برکت وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمْ بیان فرمائی ہے کہ نبوّت کے بعد اسلام کی ترقی کا انحصار، اس کے غلبہ کا دارو مدار اور اس کی ترقیات کا سرچشمہ خلافت ہوگی کوئی دوسرا نظام نہیں ۔ اس کی تشریح اللہ تعالیٰ نے آیتِ کریمہ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ میں بیان فرمائی ہے کہ غلبہ اور برتری کا تصوّر ایمان کے ساتھ وابستہ ہے ۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لانیوالے ہر طاقت پر غالب آئے ، ہر بڑی سے بڑی سلطنت ان چند مومنوں کے سامنے سرنگوں ہوئی ۔ ایران کے محلات ، شام کی فصیلیں اور خیبر کے قلعے اس کی گواہی کے لیے کافی ہیں ۔ علم ، دلائل اور صداقت کے نشانات میں بھی ہر مذہب اسلام کے سامنے بے بس نظر آتا ہے ۔ مگر کیا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد یہ غلبہ ختم ہو گیا ؟ آپؐ کی وفات کے بعد وہ کون سا منصب تھا جس پر ایمان لانا لازمی قرار پایا ؟ اور وہ کونسا مقامِ عالی تھا جو ایمان کے قرار کا موجب بنا ؟ ۔

اگر نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد غلبہ کا تصوّر موجود ہے اور ایمان اس غلبہ کا لازمہ ہے تو پھر نبوّت کے بعد خلافت ہی وہ منصبِ عظیم ہے جس پر ایمان غلبہ و کامرانی سے ہمکنار کرتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ

نے وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ میں تمکنت واستحکامِ دین اور غلبہ کو خلافت سے والبتہ کیا ہے۔

اس کا واضح نظارہ تاریخِ اسلام کے اس خوفناک موڑ پر نظر آتا ہے کہ جب مسلمانوں کے دل اس ایمان سے خالی ہو گئے جس کی بناء پر خلافت کا قیام ہوتا ہے، اور اس نعمتِ عظمیٰ کو خیر باد کہہ دیا گیا، پھر جو مصیبتیں مسلمانوں پر افتراق وانتشار اور تنزل و ادبار کی صورت میں نازل ہوئیں ان کی داستانیں ابروئے قلم سے خون ڈھلکاتی ہیں کیونکہ اُمتِ مُسلمہ پر طلوع ہونے والا ہر سورج مسلمانوں کی ذلت وہزیمت کا پیامبر تھا اور ہر ڈھلنے والا دن حسرت ویأس کی علامت۔

اسلام کی اس حالتِ زار میں خدا تعالیٰ نے وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمْ کی صداقت کے ثبوت کے لیے خلافت کے ذریعہ استحکامِ اسلام اور تمکنتِ دین کا جلوہ ظاہر کیا اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی میں مسیح موعود اور مہدیٔ معہود کو مبعوث فرمایا اور اسے مقامِ نبوّت سے بھی نوازا اور یہ نوید دی وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا "کہ تیرے ماننے والوں کو خُدا تعالےٰ منکروں پر قیامت تک غالب رکھے گا۔ چنانچہ آپ کے ذریعہ اسلام سے ہر اعتراض کو دور کیا گیا، اسلام کی حقانیت اور دیگر مذاہب کے بُطلان کو روزِ روشن کی طرح واضح کر دیا گیا۔

پھر آپ کی وفات کے بعد خلافت عَلىٰ مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کیمطابق قائم ہوئی اور نظامِ خلافت کے ذریعہ اس الہام کی صداقت چار دانگِ عالم میں ظاہر ہوئی اور آج دُنیا کے ہر خطہّ میں دینِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو برتری حاصل ہے۔ اسلام کے سامنے ہر مذہب کے پیش کردہ دلائل حباب بر آب ثابت ہو چکے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"دیکھو ہم ساری دُنیا میں تبلیغِ اسلام کر رہے ہیں مگر تم نے کبھی غور کیا کہ یہ تبلیغ کس طرح ہو رہی ہے؟ ایک مرکز ہے جس کے ماتحت وہ تمام لوگ جن کے دلوں میں اسلام کا درد ہے اکٹھے ہو گئے ہیں اور اجتماعی طور پر اسلام کے غلبہ اور اس کے احیاء کے لیے کوشش کر رہے ہیں وہ بظاہر چند افراد نظر

آتے ہیں مگر ان میں ایسی قوت پیدا ہو گئی ہے کہ وہ بڑے بڑے اہم کام سرانجام دے سکتے ہیں جس طرح آسمان سے پانی قطروں کی صورت میں گرتا ہے پھر وہی قطرے دھاریں بن جاتی ہیں اور وہی دھاریں ایک بہنے والے دریا کی شکل اختیار کر لیتی ہیں اس طرح ہمیں زیادہ قوت اور شوکت حاصل ہوتی چلی جا رہی ہے۔ .... اس کی وجہ محض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں خلافت کی نعمت عطا کی ہے۔"

(الفضل ۲۵ مارچ ۱۹۵۱ء)

اور فرمایا:۔

"تم خوب یاد رکھو کہ تمہاری ترقیات خلافت کے ساتھ وابستہ ہیں اور جس دن تم نے اسکو نہ سمجھا اور اسے قائم نہ رکھا وہی دن تمہاری ہلاکت اور تباہی کا دن ہو گا لیکن اگر تم اس کی حقیقت کو سمجھے رہو گے اور اسے قائم رکھو گے تو پھر اگر ساری دنیا مل کر بھی تمہیں ہلاک کرنا چاہے گی تو نہیں کر سکے گی اور تمہارے مقابلہ میں بالکل ناکام و نامراد رہے گی .... تمہارے لیے ایسی حالت خلافت کی وجہ سے پیدا ہو سکتی ہے۔ جب تک تم اس کو پکڑے رکھو گے تو کبھی دنیا کی مخالفت تم پر اثر نہ کر سکیگی۔"

(درس القرآن)

اسی طرح فرمایا:۔

"اسلام کبھی ترقی نہیں کر سکتا جب تک خلافت نہ ہو۔ ہمیشہ اسلام نے خلفاء کے ذریعہ ترقی کی ہے اور آئندہ بھی اسی ذریعہ سے ترقی کرے گا۔"

(درس القرآن صفحہ ۷۲ مطبوعہ نومبر ۱۹۲۱ء از حضرت المصلح الموعودؓ)

پس خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ خلافت کی برکتوں سے ہی دینِ اسلام تمکنت، شان و شوکت اور غلبہ حاصل کر سکتا ہے اس کے علاوہ اور کوئی نظام یا طریقہ کار نہیں جو اسلام کے لیے ترقی کا موجب بن سکے۔
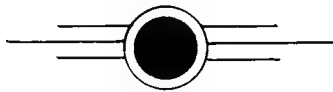
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد توحید کے قیام اور مسلمانوں کی یکجہتی اور اتحاد کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خدا نے خلیفہ بنایا تو آپؓ نے فرمایا:۔

قَدِ اسْتَخْلَفَ اللهُ عَلَيْكُمْ خَلِيْفَةً يَجْمَعَ بِهٖ اُلْفَتَكُمْ وَيُقِيْمَ بِهٖ كَلِمَتَكُمْ۔

(دائرۃ المعارف)

کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر اس لیے خلیفہ مقرر کیا ہے تاکہ تمہاری آپس میں محبت والفت اور شیرازہ بندی کو قائم رکھے۔

آیتِ کریمہ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ کہ خدا کی رسی تم سب مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقہ پیدا نہ کرو۔ میں خدا تعالیٰ اسی طرف اشارہ فرماتا ہے کہ ایک وہ وقت تھا کہ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو نبوت کے ذریعہ تمہیں ایسی محبت دی کہ تم بھائی بھائی بن گئے۔ مگر اب نبوت کے جانے کے بعد پھر منتشر نہ ہو جانا تم خدا کی رسی مضبوطی سے پکڑو اور آپس میں اتحاد اور اتفاق کو اسی طرح قائم رکھو جس طرح نبی کے وقت میں تھا اور یہ اتحاد اور اتفاق اسی حالت میں قائم رہ سکتا ہے۔ کہ تم خدا کی رسی جو خلافت کی صورت میں تمہیں عطا کی گئی ہے مضبوطی سے تھامے رکھو۔

نبوت کے بعد خلافت ہی ایسی نعمت ہے جس کی برکت سے تم آپس میں محبت والفت کا ناطہ برقرار رکھ سکتے ہو خواہ سرمایۂ ہستی خرچ کر ڈالو۔ کرۂ ارض کی ہر چیز کے دام لگالو مگر تم ایک دوسرے کے لیے صحنِ دل میں الفت کے پھول نہیں اُگا سکتے۔ آیت کریمہ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ۔ (تو خواہ روئے زمین کی ہر چیز خرچ کر ڈالے پھر بھی ان کے دلوں میں محبت پیدا نہیں کر سکتا) اسی طرف اشارہ

کر رہی ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے تم میں اس لیے خلافت قائم کی ہے کہ تم آپس میں رشتۂ محبت و الفت میں منسلک رہو۔

حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں جب خلافت پر نکتہ چینیاں شروع ہوئیں اور منافق آپؓ کے قتل کے درپے ہوئے تو آپؓ نے فرمایا :۔

"اگر تم مجھے قتل کرو گے تو بخدا میرے بعد تم میں اتحاد قائم نہیں ہوگا اور کبھی متحد اور مجتمع ہو کر نماز نہیں پڑھ سکو گے اور نہ میرے بعد تم کبھی متحد ہو کر دشمن سے جنگ کر سکو گے۔ (تاریخ الطبری)

لیکن اس تنبیہ کے باوجود آخر کار حضرت عثمان خلیفہ راشد شہید کر دیئے گئے اور ردائے الفت و محبت تار تار ہو گئی، نعمتِ اتفاق و اتحاد چھن گئی اور مساجد سے لیکر میدان جنگ تک صفیں جُدا جُدا ہو گئیں۔

اس کے بعد پھر حضرت علیؓ کے زمانہ میں جب خلافت سے ایمان اٹھا تو ایک طرف آپؓ کے مُفرط محبین کے مستقل گروہ پیدا ہوئے اور دوسری طرف غالی مبغضین اور پھر ان کے درمیان بُغض و عناد کی خلیج وسیع تر ہوتی گئی۔ چنانچہ پھر جو مصائب اسلام پر حضرت عائشہؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ کی لشکر کشی، جنگِ جمل، جنگِ صفین، جنگِ بصرہ، جنگِ ذاب، جنگِ مکہ، جنگِ کربلا اور آخر کار حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی صورت میں نازل ہوئے۔ ان کی نفرت انگیز داستانیں اوراقِ تاریخ میں آج بھی خونناب بار ہیں۔ جن کے مطالعہ سے مسلمان اِدھر آنکھیں، اُدھر کفِ افسوس ملتا رہ جاتا ہے۔ اور ہر مسلمان اس کا گواہ ہے کہ یہ مصائب دامنِ خلافت تار تار کرنے کی وجہ سے مسلمانوں پر ٹوٹے کیونکہ خلافت ہی اتحاد و یکجہتی کے قیام کا واحد ذریعہ ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی بصیرت افروز نصائح لوحِ قلب پر نقش کرنے کے قابل ہیں آپؓ نے خلافت کے بارہ میں فرمایا :۔

"یہی تمہارے لیے بابرکت راہ ہے تم اس حبل اللہ کو اب مضبوط پکڑ لو یہ بھی خُدا ہی کی رسّی ہے جس نے تمہارے متفرق اجزاء کو اکٹھا کر دیا ہے۔ پس اسے مضبوط پکڑے رکھو"

(بدر یکم فروری ۱۹۱۲ء)

اور فرمایا :۔

"تم شکر کرو کہ ایک شخص کے ذریعہ تمہاری جماعت کا شیرازہ قائم ہے۔ اتفاق بڑی نعمت ہے اور یہ مشکل سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ تم کو ایسا شخص دیدیا جو شیرازۂ وحدت قائم رکھے جاتا ہے۔" (بدر ۲۴ر اگست ۱۹۱۱ء)

اور فرمایا:۔

"بم کے گولے اور زلزلہ سے بھی زیادہ خوفناک بات یہ ہے کہ تم میں وحدت نہ ہو۔" (بدر ۲۱ر اکتوبر ۱۹۰۹ء)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۔

(آلِ عمران آیت: ۱۰۶)

کہ تم ان لوگوں کی طرح نہ بنو جو کھلے کھلے نشانات آچکنے کے بعد پراگندہ ہو گئے اور انہوں نے باہم اختلاف پیدا کر لیا۔ پس پہلی قومیں اختلاف اور انتشار کا شکار ہو کر زوال پذیر ہوئیں لیکن اُمّتِ مسلمہ کے لیے خُدا نے خلافت کا نظام قائم کر کے یکجہتی اور اتحاد کا سامان کیا ہے اس حقیقت کو ہر مسلمان آج بھی محسوس کرتا ہے اور اسی غرض کے لیے خلافت کے احیاء کے لیے جتنی تحریکیں اٹھیں۔ حتیٰ کہ سعودی عرب میں بھی نظامِ خلافت کے قیام کی سکیمیں تیار ہوئیں۔ چنانچہ فیصل آباد پاکستان سے شائع ہونے والے ہفت روزہ "وفاق" نے لکھا:۔

"سعودی عرب کے بعض حلقے جو دوبارہ خلافت کے احیاء کی کوشش کر رہے ہیں وہ اپنے اقدام کے جواز میں کہہ رہے ہیں کہ خلافت کا منصب ہی واحد منصب ہے جو دنیائے اسلام کو متحد کرانے کا باعث ہو سکتا ہے اور زمانۂ ماضی میں اسی منصب نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو اتحاد کے رشتے میں پرو دیا تھا۔" (وفاق ۲۱ر اکتوبر ۱۹۶۰ء)

مگر یہاں سوچنے والی بات یہ ہے کہ وہ خلافت جو اتحاد قائم کرتی ہے انسان کے ہاتھ سے قائم ہوتی ہے؟ نہیں بلکہ فرمایا:۔ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ (انفال: ۶۳) وہ اتحاد خُدا کی قائم کردہ خلافت سے پیدا ہو سکتا ہے اور خلافت

کا قیام انسان کے بس کا روگ نہیں خدا کا کام ہے اور لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ اس پر سند ہے ۔

پس روئے زمین پر جماعت احمدیہ ہی ایسی جماعت ہے جس میں خدا کی قائم کردہ خلافت موجود ہے اور جس کی برکت سے اتحاد و یکجہتی کی نعمت میسّر ہے ۔ فالحمد للہ علی ذالک

۷

اطاعت۔ منبعِ سعادت

۔ اطاعت خود فراموشی کی منزل حقیقت میں اطاعت خود فروشی

اطاعت کے بغیر دنیا کا کوئی نظام نہیں چل سکتا اور اطاعت ہر نظام کے لیے ریڑھ کی ہڈی ہے ۔ مگر دنیوی نظام میں اطاعت منصب و دولت کے حصول کی خاطر ہوتی ہے جبکہ دین میں اطاعت اور عدمِ اطاعت کا اثر اُخروی زندگی پر بھی پڑتا ہے ۔ اسی اطاعت پر ایمان اور عدمِ ایمان کی عمارت کھڑی کیجاتی ہے ۔ اطاعت کرنے والا مومن اور انکار کرنے والا فاسق کہلاتا ہے ۔ اطاعتِ خلافت ایک نعمت ہے جو رضائے باری تعالےٰ کی صورت میں مومن کو ملتی ہے اور اس پر جزا و سزا اسی طرح مرتب ہوتی ہے جس طرح نبی پر ایمان یا اس کے انکار کی صورت میں انسان خدا تعالےٰ کی رضا یا اُس کے قہر کا مَورِد بنتا ہے ۔

اطاعت کی اس عظیم الشان نعمت کا اظہار خدا تعالیٰ نے خلافت کے قیام کے ساتھ ہی کیا حضرت آدم علیہ السّلام کا واقعہ بیان فرما کر بتایا کہ انسان کی تمام تر سعادتیں جذبۂ اطاعت میں مضمر ہیں اور تمام تر شقاوتیں نافرمانی کی کوکھ سے جنم لیتی ہیں ۔ سعادتوں کا یہ سرچشمہ نبوّت کے بعد خلافت ہے جس سے پہلو تہی دامن فسق سے ہمکنار کرتی ہے ۔ (مَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ) اور پھر انسان اپنی مومنانہ حیثیت کھوکر ابلیس کا روپ دھار لیتا ہے ۔ گویا یہی اطاعت کی نعمت ہے جو خدُا کی رحمتوں کا امیدوار بناتی ہے اور اسی منصب کی نافرمانی خدا کی رحمتوں سے دور اور مایوس کرتی ہے ۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بڑی کثرت کے ساتھ اطاعتِ امام پر زور دیا ہے کیونکہ ہر نظام کی عموماً اور جماعت مومنین کی خصوصاً ترقی کا انحصار اطاعتِ خلافت پر ہے ۔

چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں :۔

"ایمان نام ہے اس بات کا کہ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ نمائندہ کی زبان سے جو بھی آواز بلند ہو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے .... ہزار دفعہ کوئی شخص کہے کہ میں مسیح موعود پر ایمان لاتا ہوں۔ ہزار دفعہ کوئی کہے کہ میں احمدیت پر ایمان رکھتا ہوں خدا کے حضور اس کے ان دعووں کی کوئی قیمت نہیں ہوگی جب تک وہ اس شخص کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دیتا جس کے ذریعہ خدا اس زمانہ میں اسلام قائم کرنا چاہتا ہے۔ جب تک جماعت کا ہر شخص .... اس کی اطاعت میں اپنی زندگی کا ہر لمحہ بسر نہیں کرتا اس وقت تک کسی قسم کی فضیلت اور بڑائی کا حقدار نہیں ہو سکتا۔"

(الفضل ۱۵ر نومبر ۱۹۴۶ء صـ۶)

اسی طرح فرمایا :۔

"خلیفہ استاد ہے اور جماعت کا ہر فرد شاگرد۔ جو لفظ بھی خلیفہ کے منہ سے نکلے وہ عمل کیے بغیر نہیں چھوڑنا۔"

(الفضل ۲ر مارچ ۱۹۴۶ء صـ۳)

پس ایک مومن کے لیے اطاعتِ خلافت فرضِ اوّلین ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نصیحت فرماتے ہیں :۔

"اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے جس کو حقدار سمجھا خلیفہ بنا دیا۔ جو اس کی مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا اور فاسق ہے فرشتے بن کر اطاعت و فرمانبرداری کرو۔ ابلیس نہ بنو۔"

(بدر ۴ر جولائی ۱۹۱۲ء)

۸

حصارِ ایمان

خلافت کے ذریعہ ملنے والی تمام برکتوں کے ہمراہ یہ عظیم الشان برکت بھی جماعت مومنین کو عطا ہوتی ہے کہ مومن ہر قسم کی لغزش اور گمراہی سے بچ جاتے ہیں۔ خلافت ایک حصار ہے جو طاغوتی حملوں اور دشمنوں کے شیطانی ارادوں سے جماعت کو محفوظ و مصئون رکھتا ہے۔ خلافت خدا داد ہدایت سے جماعت کے لیے راہنمائی کے سامان کرتی ہے ایک امام کے ہاتھ کے ساتھ اٹھنے والی اور ایک امام کے ہاتھ کے گرنے کے ساتھ بیٹھ جانے والی جماعت کس طرح راہِ سداد سے بھٹک سکتی ہے گمراہی کی تاریکی کس طرح ان کے دلوں کو ڈھانپ سکتی ہے ؟ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ الْجَمَاعَۃِ کی نوید بھی ایسی ہی جماعت کے لیے ہے۔

خلافتِ راشدہ اولیٰ کے زمانہ میں منافقوں نے جب خلافت پر نکتہ چینیاں شروع کیں اور خلافت کی قدر و منزلت کم کرنے کے لیے اوہام اور وساوس کا جال بچھا دیا تو ایک عظیم المرتبت صحابی حضرت حنظلۃ الکاتبؓ نے اس نعمتِ خداوندی کی ناشکری ہوتے دیکھی تو تعجب کے ساتھ فرمایا:۔

عَجِبْتُ لِمَا یَخُوضُ النَّاسُ فِیْہِ\
یَرُمُوْنَ الْخِلَافَۃَ اَنْ تَزُوْلَ\
وَلَوْ زَالَتْ لَزَالَ الْخَیْرُ عَنْہُمْ\
وَلَاقَوْا بَعْدَہَا ذُلًّا ذَلِیْلًا\
وَکَانُوْا کَالْیَہُوْدِ اَوِ النَّصَارٰی\
سَوَآءً کُلُّہُمْ ضَلُّوا السَّبِیْلَا (تاریخ ابنِ اثیر)

کہ مجھے تعجب ہوا ہے ان لوگوں پر جو خلافت کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنا رہے ہیں کہ یہ ختم ہو جائے۔
اور اگر یہ ختم ہوگئی تو ہر بھلائی ان سے جاتی رہے گی اور اس کے بعد وہ ذلالت کی گہرائیوں میں جا گریں گے۔

اور پھر وہ یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح ہو جائیں گے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں گروہ راہِ ہدایت سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

چنانچہ تاریخِ اسلام گواہ ہے کہ حضرت حنظلۃ الکاتبؓ کی بصیرت افروز تنبیہ سے روگردانی کرنے والوں نے جب خلافت کی قدر نہ کی تو گمراہی اور ذلت اور تنزّل سے دوچار ہوئے۔

۹

نزول وتائیدِ ملائکہ

منصبِ خلافت جامع جملہ برکاتِ الٰہیہ ہے۔جو خلافت سے وابستہ ہوجاتا ہے ملائکۃ اللہ کی حفاظت میں آجاتا ہے۔ وہ سوتا ہے تو فرشتے اس کے لیے جاگتے ہیں۔ وہ دشمن سے بے خبر ہوتا ہے تو فرشتے اس کیطرف سے دفاع کر رہے ہوتے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت اسامہؓ والے لشکر کو روانہ کر دیا تو مدینہ کی حفاظت کے لیے اللہ تعالےٰ نے فرشتے مقرر فرما دیئے جو اسلام کی حفاظت کے ذمہ دار ہو گئے گویا

اَنْ یُّمِدَّکُمْ رَبُّکُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُنْزَلِیْنَ ۔ (اٰل عمران: ۱۲۴)

والا مضمون تھا۔کہ ”تمہارا رب آسمان سے اترنے والے تین ہزار فرشتوں کے ذریعہ تمہاری مدد کرے گا“

اس آیت میں گو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ کی ایک جنگ میں نزولِ ملائکہ کا ذکر ہے لیکن خلیفۂ راشد چونکہ رسول کی صفات کا مظہر ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں:۔

”رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہو سکتا ہے جو ظلّی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو“

(شہادۃ القرآن ص۵۷)

اس لیے تائیدِ ملائکہ کے اعتبار سے خدا کا سلوک خلیفۂ راشد سے ویسا ہی ہوتا ہے جیسا رسول سے۔

لہذا فرشتے خلافت کی وجہ سے مومنوں کے لیے حفاظت و ترقی کے سامان کرتے ہیں۔چنانچہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف منافق اٹھے تو حضرت عبد اللہ بن سلامؓ نے انہیں تنبیہ کی کہ خلافت کا وجود تائید و عونِ ملائکہ کا سبب ہوتا ہے۔

فرمایا:۔

"اگر تم نے حضرت عثمانؓ کو کسی قسم کا نقصان پہنچایا اور خلافت کے نظام کو پامال کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا کہ مدینہ کی حفاظت کے لیے جو فرشتے مقرر ہیں وہ مدینہ چھوڑ کر چلے جائیں گے اور وہ تلوار جو اسوقت نیام میں ہے اگر باہر آگئی تو پھر قیامت تک وہ نیام میں نہ جا سکے گی۔"

(تاریخ الخلفاء)

۱۰

تجدیدِ دین

خلافتِ راشدہ کی ایک بڑی برکت دینِ اسلام کی تجدید ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا۔ (ابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ ص۳۰۶)

کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اس اُمّت کے لیے ہر صدی کے سر پر دین کی تجدید کرنے والا بھیجتا رہے گا۔

اس حدیث کی رو سے اُمّتِ مُسلمہ پر کوئی ایسی صدی نہیں آسکتی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی تعلیم دنیا سے روپوش ہو جائے۔ آپ کی کامل اتباع اور جانشینی میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو خُدا تعالیٰ کی راہنمائی کے ساتھ اُمّت کو دینِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر چلانے والے ہوں گے اور بدعات و بدرسومات کا قلع قمع کرنیوالے ہوں گے۔ تاریخ اسلام میں ایسے وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کثرت سے پیدا ہوئے۔

اُمّتِ مسلمہ کی چودہ صدیوں میں یہ سینکڑوں جانشینِ رسولؐ جو اس حدیث کے مصداق ہیں۔ خلافت، ولایت اور امامت کے لباس میں ملبوس نظر آتے ہیں۔ انہیں کہیں مجدّدِ دین کے مقام پر خلافتِ رسولؐ کی خلعت عطا ہوئی اور کہیں اولیآء اللہ، ابدال اور اقطاب کے پاکیزہ مراتب سے نوازے گئے اور ان سب کا فرضِ اوّلین تجدیدِ دین تھا۔ چنانچہ حدیثِ نبویؐ "مَا کَانَتِ النُّبُوَّۃُ قَطُّ اِلَّا تَبِعَتْھَا خِلَافَۃ" کئی رنگوں میں پوری ہوتی رہی۔

تجدیدِ دین کا فریضہ ادا کرنے والے ان پاک وجودوں میں خلیفۂ وقت کا مقام سب سے بلند ہے۔ لیکن مسیح موعود جو احادیث میں مہدی اور نبی کے نام سے بھی موسوم کیا گیا وہ مجدّدِ اعظم ہے اس حدیثِ مجدّد کے انتہائی بلند اور اعلیٰ مقام پر فائز ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

"ساتواں ہزار ہدایت کا ہے جس میں ہم موجود ہیں۔ چونکہ یہ آخری ہزار ہے اس لیئے ضرور تھا کہ امام آخر الزمان اس کے سر پر پیدا ہو اور اس کے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح مگر وہ جو اس کے لیے بطور ظل کے ہو کیونکہ اس ہزار میں اب دنیا کی عمر کا خاتمہ ہے جس پر تمام نبیوں نے شہادت دی ہے اور یہ امام جو خدا تعالےٰ کی طرف سے مسیح موعود کہلاتا ہے وہ مجدّدِ صدی بھی ہے اور مجدّدِ الفِ آخر بھی۔ (لیکچر سیالکوٹ ص۶)

حدیثِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مطابق مسیح موعود کی اس نبوّت کے بعد پھر خلافت علی منہاج النبوّۃ (معیارِ نبوّت پر خلافت) کا قیام ہوا اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے خلافت کو دائمی اور قیامت تک قرار دیا ہے پس اب قیامت تک اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعودؑ کے ظل میں خلافت کے ذریعہ تجدیدِ دین کے سامان پیدا کرے گا چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"لفظِ مجدّد قرآنِ کریم میں کہیں موجود نہیں ہے۔ دراصل مجدّد والی حدیث کی تفسیر آیت استخلاف میں مضمر ہے۔ جس میں خلافت کے ساتھ تجدیدِ دین کو وابستہ کردیا گیا ہے۔" (الفضل ۷ر نومبر ۱۹۷۷ء)

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

"خلیفہ مجدّد سے بڑا ہوتا ہے اور اس کا کام ہی احکامِ شریعت کو نافذ کرنا اور دین کو قائم کرنا ہوتا ہے پھر اس کی موجودگی میں مجدّد کس طرح آسکتا ہے۔" (الفضل قادیان ۸ ر اپریل ۱۹۴۷ء)

پس خلافت کے ہوتے ہوئے اس کے مقابل پر مجدّد کا تصوّر غلط اور فضول ہے اس لیے کہ جب بھی دینِ اسلام میں بڑی بدعات پیدا ہوئیں خلافت نے ہی انہیں ختم کیا۔ تمام بڑے بڑے بگاڑ خلافت کے ذریعہ ہی دور ہوئے۔ چنانچہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد جب شرک پھیلنے کا اندیشہ ہوا اور یہ گمان ہونے لگا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فوت نہیں ہوسکتے اور وہ عارضی طور پر دنیا سے رخصت ہوئے ہیں حتّٰی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہاں تک کہہ دیا کہ جو یہ کہے گا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فوت ہوگئے ہیں، میں اسکا سرتن سے جدا کردونگا اس صورتحال میں کسی کو جرأت نہ تھی کہ حضرت عمرؓ کی اس بات کو رد کرسکے۔ مگر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جانشین بننے والے شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس وسوسے کو کمال جرأت سے دور کیا اور قرآنِ کریم کی یہ آیت پڑھی

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک رسول ہیں۔ آپ سے قبل تمام رسول وفات پا چکے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہؓ اس منطقی نتیجہ پر پہنچ گئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل سب انبیاء وفات یافتہ ہیں اور محمدؐ بھی ایک رسول ہیں لہذا آپؐ کے لیے بھی جان جانِ آفرین کے سپرد کرنا مقدر ہے اور آپؐ اس تقدیر کے نیچے آ چکے ہیں۔

اسی زمانہ میں ایک اور بدعت یہ شروع ہونے لگی اور صحابہؓ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ حالات کی نزاکت کے باعث وہ لشکر جو نبی اکرمؐ نے تیار کیا تھا اسے روک دیں یہ نہ ہو کہ دشمن بعد میں مدینہ پر حملہ کر کے اسلام کو نقصان پہنچائے۔ اس موقعہ پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بڑے جلال سے فرمایا کہ درندے ہماری لاشوں کو مدینہ کی گلیوں میں بھی گھسیٹتے پھریں تو بھی میں اس لشکر کی روانگی نہیں روک سکتا جس کو بھجوانے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہو۔

پس اگر یہ لشکر حضرت ابوبکرؓ روک دیتے تو بعد میں یہ جواز پیدا کر لیا جاتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو ٹالا جا سکتا ہے اور پھر یہ بدعت دینِ اسلام کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیتی۔

اسی طرح احکام شریعت کو ٹالنے کی ایک تحریک اُٹھی اور بعض قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور اس سے معذرت چاہی تو آپ نے بنیادی طور پر اس تحریک کو ختم کر کے رکھ دیا کیوں شریعت پر عمل کرنا ہر صاحبِ ایمان کے لیے ضروری ہے اور جو اسلام کا اقرار کرتا ہے، اُسے ارکانِ اسلام کا پابند ہونا ضروری ہے چنانچہ آپؓ نے بڑے عزم سے فرمایا۔ لَوْ مَنَعُوْنِیْ عِقَالًا لَجَاهَدْتُهُمْ عَلَيْهِ کہ اگر وہ زکوٰۃ میں ایک رسی تک دینے سے بھی انکار کریں تو میں اس کے حصول کے لیے ہر قسم کا مجاہدہ کروں گا اور لے کر رہوں گا۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں منافقین کی طرف سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ منتخب خلیفہ کو منصبِ خلافت سے اتارا جا سکتا ہے تو آپؓ نے اس گمراہ کُن مطالبہ کو انتہائی استقلال سے رد کیا اور فرمایا۔

مَا كُنْتُ لِاَخْلَعَ سِرْبَالًا سَرْبَلَنِيْهِ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ (تاریخ الطبری)

کہ وہ ردائے خلافت جو اللہ تعالیٰ نے مجھے پہنائی ہے وہ میں کس طرح اتار سکتا ہوں۔ جس طرح نبوت خدا کی موہبت ہے اور کوئی شخص نبوت کو چھین نہیں سکتا۔ اسی طرح خدا کے قائم کردہ خلیفہ کو دنیا کی کوئی

طاقت مسندِ خلافت سے اتار نہیں سکتی۔

اسی طرح اسلام کی نشأۃِ ثانیہ میں نعمتِ خلافت کی ناشکری کرنے والے جب پیدا ہوئے اور یہ سمجھنے لگے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے بعد خلافت کی کوئی خاص ضرورت نہیں لہذا آپؑ کے خلیفہ اوّل کو ردائے خلافت اتار دینی چاہتے تو حضرت حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے بڑی تحدّی سے فرمایا:۔

"مجھے اگر خلیفہ بنایا ہے تو خدا نے بنایا ہے .... خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ کو کوئی طاقت معزول نہیں کر سکتی۔ خدا تعالیٰ نے معزول کرنا ہو گا تو وہ مجھے موت دے گا تم اس معاملہ کو خدا کے حوالہ کر دو تم معزول کرنے کی طاقت نہیں رکھتے"۔ (الحکم ۲۱/۱/۱۴)

پس جس قدر بڑے معاملات تھے بڑے منصب کے مجدّدین نے حل کیے اور بدعات و بدرسومات کے بڑے بڑے طوفانوں کا مقابلہ خلفاءؓ نے کیا اور دین کی تجدید کی اور پھر رخِ اسلام سے بدعات کی گرد جھاڑنے کے لیے اولیاء اللہ کا ایک طویل سلسلہ چلا جس میں سے ہر ایک نے اپنی استعداد اور بساط کے مطابق تجدیدِ دین کی۔

پھر آخری زمانہ میں جب اُمّتِ مسلمہ ضلال مُبین میں مبتلا ہو کر "لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُہٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُہٗ مَسَاجِدُھُمْ عَامِرَۃٌ وَھِیَ خَرَابٌ مِنَ الْھُدٰی عُلَمَاءُھُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَاءِ (مشکوٰۃ کتاب العلم) کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کے صرف نقوش رہ جائیں گے، مسجدیں بظاہر آباد مگر ہدایت سے خالی ہوں گی۔ لوگوں کے علماء آسمان تلے ہر مخلوق سے بدتر ہوں گے"۔ کے علاوہ حدیثِ رسولؐ

یُقْبَضُ الْعُلَمَاءُ حَتّٰی اِذَا لَمْ یَبْقَ عَالِمٌ اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُھَّالًا فَاَفْتَوْا بِغَیْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم)

کہ اللہ تعالیٰ حقیقی علماء کو اٹھا لیگا پھر جب کوئی عالم نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنا لیں گے۔ پھر جب ان سے دین کی باتیں پوچھی جائیں گی تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے اور خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے"۔ ___ کا نقشہ پیش کرنے لگی ___ روحانیت سے دل تہی اور سینہ نورِ اسلام سے خالی ہو گیا

دینِ اسلام روایات کا مجموعہ بن کر شرک و بدعات سے لبریز ہو گیا۔ مسلمان عارضِ اسلام کو غازۂ انوارِ الٰہیہ سے عاری دیکھ کر خزاں رسیدہ پتوں کی طرح عیسائیت کی گود میں گرنے لگے۔ حیاتِ مسیح جیسے مہلک عقیدہ نے اسلام کی بنیادوں کو دیمک کی طرح چاٹ لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دینِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسبانی کے لیے مجددِ اعظم مسیح موعودؑ کاسرِ صلیب کو شانِ نبوت کیساتھ بھیجا۔ جس نے ایک دفعہ پھر زندہ نشانات اور پیغمبرانہ معجزات سے حسنِ اسلام کو تابندہ کر دیا۔ جس نے اپنے فرائض کے طور پر صفتِ مسیحیت سے عیسائیت اور غیر مذاہب کو ہدایت کی طرف بلایا اور صفتِ مہدویت کے ناطے سے مسلمانوں کی اصلاح کی اور اس طرح تجدیدِ دین کا بیڑا اٹھایا چنانچہ شیعہ عقائد کی مستند کتاب بحار الانوار میں مسیح موعودؑ کے لیے لکھا ہے۔

یُظْهِرُ الْاِسْلَامَ وَ یُجَدِّدُ الدِّیْنَ

(بحار الانوار جلد ۹)

کہ وہ اسلام کو دوسرے ادیان پر غالب کر کے دکھائے گا اور دینِ متین کی تجدید کرے گا۔

اسی طرح امام جلال الدین سیوطیؒ مسیح موعودؑ کے بارہ میں فرماتے ہیں۔

وَ آخِرُ الْمِئِیْنَ فِیْهَا یَأْتِیْ
عِیْسٰی نَبِیُّ اللّٰهِ ذُوْ الْاٰیَاتِ
یُجَدِّدُ الدِّیْنَ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ

(حجج الکرامہ از نواب صدیق حسن خان)

کہ آخر میں عیسیٰ نبی اللہ نشانات و معجزات کے ساتھ آئیں گے اور اس اُمّت میں تجدیدِ دین کریں گے پھر آگے جاکر فرمایا:۔

وَ بَعْدَهٗ لَمْ یَبْقَ مِنْ مُجَدِّدٍ

کہ اس کے بعد کوئی مجدد نہیں ہو گا۔ یعنی وہی آخری مجدد ہو گا اس اعتبار سے کہ امام مہدی و مسیح موعودؑ کے بعد خلافتِ راشدہ کی موجودگی میں تجدیدِ دین کا وہ تصور نہیں رہے گا، جو امام مہدیؑ کے ظہور سے قبل خلافتِ راشدہ کی عدم موجودگی میں تھا۔ کیونکہ خلافتِ حقہ تجدیدِ دین کی اعلیٰ قسم ہے۔ پس مسیح موعودؑ کے بعد اس کی

خلافت اور جانشینی میں اس کے ظلّ کے طور پر اصلاحِ اُمّت اور تجدیدِ دین کا کام کریں گے جیسا کہ امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں :۔

" اس کے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح مگر وہ جو اس کے لیے بطور ظلّ کے ہو ....

یہ امام جو خدا تعالےٰ کی طرف سے مسیح موعود کہلاتا ہے وہ مجدّدِ صدی بھی ہے اور مجدّدِ الفِ آخر بھی۔"

(لیکچر سیالکوٹ ص۶)

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام مجدّدِ صدی بھی اور مجدّدِ الفِ آخر بھی ہیں اور آپ کی خلافت کا سلسلہ قیامت تک ہے جیسا کہ ' رسالہ الوصیت ' گواہ ہے کہ

" وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔" (ص۶)

اس لیے آئندہ خلافتِ حقّہ جو حدیثِ مجدّد کی اعلیٰ قسم ہے کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ تجدیدِ دین کے سامان قیامت تک کرتا چلا جائے گا اور اُمّتِ مسلّمہ پر کوئی صدی، کوئی سال، کوئی وقت مجدّد سے خالی نہ رہے گا اور خلافت اپنی جملہ برکتوں اور فضلوں کے ساتھ اسلام کی پاسبانی اور ترقی کی ضامن رہے گی۔ انشاء اللہ العزیز۔

اللہ ہمیشہ ہی خلافت رہے قائم ‏ احمدؑ کی جماعت میں یہ نعمت رہے قائم
ہر دور میں یہ نُورِ نبوت رہے قائم ‏ یہ فضل ترا تا بقیامت رہے قائم
جب تک کہ خلافت کا یہ فیضان رہے گا
ہر دور میں ممتاز مسلمان رہے گا

۱۱

قبولیتِ دُعا کا وَسیلہ

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے دعا کی اہمیت پر متعدد جگہ روشنی ڈالی ہے یہ بھی فرمایا۔ قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَآؤُکُمْ کہ اگر تم خدا کو نہیں پکارو گے تو خدا کو بھی تمہاری پرواہ نہیں ہوگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے فرمایا کہ:۔

"جو شخص دعا کے ساتھ خدا تعالےٰ کی طرف مُنہ نہیں کرتا وہ ہمیشہ اندھا رہتا ہے اور اندھا مرتا ہے۔۔۔
۔۔۔۔۔۔ جو شخص روح کی سچائی سے دعا کرتا ہے وہ ممکن نہیں کہ حقیقی طور پر نامراد رہ سکے۔"

(ایّام الصلح صٓ/۸)

دوسری جگہ آپ دُعا کی تاثیرات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

" اگر مُردے زندہ ہو سکتے ہیں تو دعاؤں سے۔ اگر اسیر رہائی پا سکتے ہیں تو دعاؤں سے اور اگر گندے پاک ہو سکتے ہیں تو دعاؤں سے۔" (لیکچر سیالکوٹ)

دعا اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ایک قوّتِ جاذبہ کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کا حصول نبوّت اور پھر بعد میں خلافت سے وابستہ ہو کر ہی ہو سکتا ہے جس کی طرف آیتِ کریمہ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ اشارہ کر رہی ہے۔ اور رسول کے بعد سب سے قوی وسیلہ خلافتِ راشدہ ہے۔ جس نے خلافت کے دامن کو تھام لیا، جو اس کے در کا غلام ہو گیا وہ قربِ خداوندی سے نوازا گیا۔ خلافت ہی وہ وسیلہ ہے جو براہِ راست انوارِ الٰہیہ اور تجلّیاتِ خداوندی کو منعکس کر کے قلوبِ مومنین تک پہنچاتا ہے۔ خلیفۂ وقت ہی ہے جو ہر مومن کا درد اپنے دل میں محسوس کر کے دعا کے ذریعہ خدا تک پہنچاتا ہے اور پھر وہ دعائیں قبولیّت کا شرف پا کر مومنوں کے لیے سکینت اور ازدیادِ ایمان کا موجب ہوتی ہیں اور اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ کا نشان ہر مومن اپنی نظروں

سے خلافتِ حقّہ میں ملاحظہ کرتا ہے۔

چنانچہ جب ۱۹۷۴ء میں جماعت احمدیہ کو مصائب کے طوفان سے گزارا گیا تو یہی دعائیں تھیں جو خلیفۂ وقت کے دل سے نکل کر جماعت کے لیے سکون و قرار کا موجب بنیں اور جماعت کا درد خلیفۂ وقت اپنے دل میں محسوس کر کے اسے اپنا درد سمجھ کر خدا کے حضور تڑپتا تھا جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"دنیوی لحاظ سے وہ تلخیاں جو دوستوں نے انفرادی طور پر محسوس کیں وہ ساری تلخیاں میرے سینے میں جمع ہوتی تھیں۔ان دنوں مجھ پر ایسی راتیں بھی آئیں کہ مَیں خدا کے فضل اور رحم سے ساری ساری رات ایک منٹ سوئے بغیر دوستوں کے لیے دعا کرتا رہا ہوں" (جلسہ سالانہ کی دعائیں ص۹۷)

اسی طرح قبولیتِ دعا کی نعمت کو خلیفۂ وقت سے وابستہ کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

"تمہارے لیئے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا ہے اور تمہاری محبت رکھنے والا اور تمہارے دُکھ کو اپنا دُکھ سمجھنے والا، تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا اور تمہارے لیے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے۔ .... تمہارا اسے فکر ہے، درد ہے اور وہ تمہارے لیے اپنے مولیٰ کے حضور دعائیں کرنے والا ہے .... تمہارا اسے فکر ہے، درد ہے اور وہ تمہارے لیے اپنے مولیٰ کے حضور تڑپتا رہتا ہے (برکاتِ خلافت)

پس یہ دوہرا رشتہ ہے دعا کا خلافت سے کہ اُدھر خلیفۂ وقت کی دعائیں مومنوں کے لیے قبول کی جاتی ہیں اور اِدھر مومنوں کی دعائیں خلیفۂ وقت سے پختہ تعلق کی بناء پر پایۂ قبولیت کو پہنچتی ہیں۔ اسی حقیقت کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بڑی وضاحت کے ساتھ جماعت کے سامنے پیش فرمایا کہ :۔

"مَیں بتانا چاہتا ہوں کہ مَیں نے پہلے بھی یہی دیکھا تھا اور آئندہ بھی یہی ہوگا کہ اگر کسی احمدی کو منصبِ خلافت کا احترام نہیں ہے، اس سے سچا پیار نہیں ہے، اس سے عشق اور وارفتگی کا تعلق نہیں ہے اور صرف اپنی ضرورت کے وقت وہ دعا کے لیے حاضر ہوتا ہے تو اس کی دعائیں قبول نہیں کی جائیں گی۔ یعنی خلیفۂ وقت کی دعائیں اس کے لیے قبول نہیں کی جائیں گی۔ اُسی کے لیے قبول کی جائیں گی۔

جو اخلاص کے ساتھ دعا کے لیے لکھتا ہے اور اس کا عمل ثابت کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے عہد پر قائم ہے کہ جو نیک کام آپ مجھے فرمائیں گے ان میں مَیں آپ کی اطاعت کروں گا۔ ایسے مطیع بندوں کے لیے تو بعض دفعہ، ہم نے یہ نظارے دیکھے، ایک دفعہ نہیں، بسا اوقات یہ نظارے دیکھے کہ وہاں پہنچی بھی نہیں دعا اور پھر قبول ہو گئی۔ ابھی کی جا رہی تھی دعا تو اللہ تعالیٰ اس پر پیار کی نظر ڈال رہا تھا اور وہ دعا قبول ہو رہی تھی۔ بعض دفعہ دعا بنی بھی نہیں تو وہ دعا قبول ہو جاتی ہے۔ اس لیے یہ ایسا ایک بنیادی اصول ہے جس کو ہمیشہ ہر احمدی کو پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔

اگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود سچّے دل اور پیار سے بھیجتا ہے اور وفا کا تعلق رکھتا ہے اپنے محبوب آقا سے۔ تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی ساری دعائیں ہمیشہ کے لیے ایسے اُمتّیوں کیلئے سُنی جائیں گی اور اگر وہ خلافت سے ایسا تعلق رکھتا ہے اور پوری وفاداری کے ساتھ اپنے عہد کو نبھاتا ہے اور اطاعت کی کوشش کرتا ہے تو اس کے لیے بھی دعائیں سُنی جائیں گی بلکہ اَن کہی دعائیں بھی سُنی جائیں گی اس کے دل کی کیفیّت ہی دعا بن جایا کرے گی۔

پس اللہ تعالےٰ جماعت کو حقیقتِ دعا کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔"

(الفضل ۲۷ر جولائی ۱۹۸۲ء)

اس کا فلسفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ:۔

"اللہ تعالیٰ جب کسی کو منصبِ خلافت پر سرفراز کرتا ہے تو اس کی دعاؤں کی قبولیّت بڑھا دیتا ہے کیونکہ اگر اس کی دعائیں قبول نہ ہوں تو پھر اس کے اپنے انتخاب کی ہتک ہوتی ہے۔"

(منصبِ خلافت صہ ۳۲)

(۱۲)

نصیحتِ امامؓ اور ہمارا عہد

حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا :-

" اے دوستو! میری آخری نصیحت یہ ہے کہ سب برکتیں خلافت میں ہیں۔ نبوّت ایک بیج ہوتی ہے جس کے بعد خلافت اس کی تاثیر کو دنیا میں پھیلا دیتی ہے ۔ تم خلافتِ حقّہ کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کی برکات سے دنیا کو متمتع کرو۔"

(الفضل ۔ ۲۰ رمئی ۱۹۵۹ء)

نیز حضورؓ نے جماعت کو یہ باور کرایا کہ خلافت ہر فردِ جماعت کی ہر عزیز سے عزیز تر چیز سے بھی اعلیٰ اور ارفع ہے جس کے لیے ہر قربانی کے لیے احمدی تیار ہو چنانچہ فرمایا :-

" خلافت زندہ رہے اور اس کے گرد جان دینے کے لیے ہر مومن آمادہ کھڑا ہو۔"

(تاریخِ احمدیت جلد ۱۰ صـ۲۲۳ ۔ ۲۲ راگست ۱۹۴۷ء)

پس خلافت ضمانت ہے اسلام کی ترقی اور غلبہ کی ۔ خلافت ضمانت ہے شریعت کے احکام کی اشاعت کی۔ خلافت ضمانت ہے ہر مومن کی ذاتی واجتماعی بقا کی ۔ خلافت ضمانت ہے جماعت میں الفت و اتحاد کی۔ لہٰذا ہم آج اپنی روح کے قیام کے ساتھ اسی طرح عزم وحمد کے ساتھ عہد کرتے ہیں جس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ۲۴ رجنوری ۱۹۶۰ء کو جلسہ سالانہ کے موقع پر جماعت کے تمام افراد کو کھڑا کر کے ان سے یہ عہد لیا تھا کہ :-

" ہم نظامِ خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کے لیے آخر دم تک جدّ وجہد کرتے رہیں گے

اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے تاکہ قیامت تک خلافت احمدیہ محفوظ چلی جائے اور قیامت تک سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی اشاعت ہوتی رہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے ۔"

(الفضل ۱۶ر فروری ۱۹۶۰ء)

اور اس عہد کو ہر لمحہ اپنے دلوں میں تازہ رکھنے کا عہد کرتے ہیں ۔ اے اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرما ۔

آمین اللّٰھم آمین

ناقابلِ تسخیر

خلافت کا ناقابلِ تسخیر حصار، اسلام کی عظمت، اُمت کے اتحاد اور یکجہتی کا آئینہ دار ہے اور اس کی برکات عظیم الشان ہیں، اس لئے خلافتِ حقّہ کو زائل کرنے کے لئے طاغوتی طاقتیں ایڑی چوٹی کا زور لگاتی ہیں۔

کبھی یہ مخالف تحریکات براہِ راست دشمنوں کی طرف سے سر اٹھاتی ہیں اور کبھی خلافت کی اتباع کا دعویٰ کرنے والے منافق طبع لوگ مومنوں کے دلوں میں وساوس پیدا کرنے کی کوششیں کرتے ہیں مگر خلافت کا قیام چونکہ اللہ تعالےٰ کی رضا اور اسکی ایک خاص تقدیر کے تحت عمل میں آتا ہے اس لئے خلافت کے مقابل پر ہر قسم کی تحریک ناکامی کا مُنہ دیکھتی ہے۔ وہ ذات جسے تاجِ خلافت عطا ہوتا ہے وہ تقویٰ کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز، اللہ تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں بے نظیر اور اپنے فرائضِ منصبی کی ادائیگی میں اولوالعزم ہوتا ہے اس لئے وہ خُدا تعالےٰ کا پسندیدہ وجود ہوتا ہے۔ چنانچہ ہر حربہ، ہر مخالفانہ تحریک اور ہر وسوسہ جو مقامِ خلافت کو زائل کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے تارِ عنکبوت ثابت ہوتا ہے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے بعد خلافتِ راشدہ کے قیام کی خبر دی اور اُس کی مدت بھی واضح فرما دی اور بتا دیا کہ اس کے بعد ملوکیّت کا دَور ہوگا۔ بہرحال خلافت کے قیام کے ساتھ ہی اس کو زائل کرنے کی بھی کوششیں شروع ہوگئیں۔ کبھی گھٹیا قسم کے اعتراضات سے خلیفۂ وقت کو متہم کرنے کی کوشش کی گئی اور کبھی انتخابِ خلیفہ پر نکتہ چینیاں کی گئیں۔ کبھی اس پر آمریت کا الزام لگایا گیا تو کبھی یہ کہا گیا کہ خلیفۂ وقت اپنے قرابت داروں کو عہدے دیتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

بہرحال جب تک تقدیرِ الٰہی میں خلافت کا قیام مقدر تھا۔ خلافت اپنی مضبوط بنیادوں پر قائم رہی اور اپنی جملہ برکتوں سے اُمتِ مسلمہ کو مستفیض کرتی رہی۔ بعض خلفائے وقت کو مخالفوں نے گو شہید بھی کیا مگر یہ شہادتیں جہاں اپنے خونِ جگر سے اُمتِ مسلمہ کی آبیاری کر گئیں وہاں انہوں نے منصبِ خلافت کے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت مہیا کیا اور اس حقیقت کو بھی قائم کر دیا کہ خلیفۂ راشد کو معزول نہیں کیا جا سکتا۔ پس ہر مخالفت ہر سازش اور ہر حربہ ناکام ہوگیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فرمان میں اسلام کی نشاۃِ ثانیہ میں پھر خلافتِ راشدہ کے قیام کی بڑی واضح پیشگوئی ملتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے بعد خلافتِ راشدہ کا قیام ہوا تو تمام جماعت بالاتفاق حضرت حاجی الحرمین شریفین حکیم مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر جمع ہوئی اور آپؓ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے کر آپؓ کو خلیفۃ المسیح اور اپنا آقا و مطاع تسلیم کیا۔

مخالفین احمدیت تو جماعت کی تباہی کے خواب دیکھ رہے تھے اس لئے طبعاً خلافت کا قیام ان کے لئے سخت تکلیف دہ امر تھا۔ مگر کچھ دیر کے بعد بظاہر اتباعِ خلافت کا دعویٰ کرنے والے بعض منافق طبع لوگوں نے سر اٹھایا، انہوں نے خلافت راشدہ کی برکات، فیوض اور اس کی اہمیّت کو نظر انداز کیا اور خلیفۂ وقت کی ذات اور اُس کے اختیارات کے بارہ میں بحثیں شروع کر دیں اور خلافت کو بے حیثیت ثابت کرنے بلکہ زائل کرنے کے لئے باقاعدہ پروگرام مرتب کئے اور آہستہ آہستہ یہ ایک منظّم فتنہ کی صورت میں منصۂ شہود پر رونما ہوئے۔

"حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے دَور میں جو انکارِ خلافت کا فتنہ اٹھا اس کے نقوش کے بغور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذہبی دنیا میں رونما ہونے والا کوئی نیا اور الگ فتنہ نہیں تھا بلکہ الٰہی جماعتوں کی تنظیم کو کمزور کرنے اور مرکزیت کو پراگندہ کرنے کے لئے ہمیشہ مذہبی دُنیا میں اسی شکل وصورت کے فتنے برپا ہوتے رہے ہیں اور آئندہ بھی تا قیامت برپا ہوتے رہیں گے۔ ذیل میں شِق وار اس کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے:۔

امامِ وقت پر آمریت کا الزام

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ پر ایک خطرناک اعتراض یہ کیا جاتا تھا کہ آپؓ جماعت پر اپنا حکم ٹھونس کر آمر بن بیٹھے ہیں اور جماعت کے جمہوری نظام کو آمریت میں تبدیل کر رہے ہیں۔ اس ضمن میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قرآن کریم کی شہادت کے مطابق گزشتہ انبیاء علیہم السلام

پر بھی اسی قسم کے اعتراض کئے گئے بلکہ حضرت شعیب علیہ السلام کی جمہوریت پسند قوم نے تو آپؑ کے انکار کی ایک بڑی دلیل یہ پیش کی کہ ہم اپنے معاملات میں تمہارے حکم کے تابع کیسے ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح تاریخِ اسلام سے ثابت ہے کہ مدینہ کے یہودی اور منافقین خود سیّد ولدِ آدم حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراض کرتے اور اہلِ مدینہ کو اس بناء پر بددِل کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ نعوذ باللہ اسلام کا رسول آمر بننے کی کوشش کرتا ہے۔

پس یہ جمہوریت کی رَٹ کوئی نئے زمانہ کی پیداوار نہیں، نہ ہی جدید روشنی اور ترقی یافتہ تہذیب وتمدّن سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ بلکہ جب سے خُدا تعالیٰ کے مقرر کردہ اُولی الامر دُنیا میں آرہے ہیں جمہوریت کے نام پر اُن کے خلاف بغاوت پر اُکسانے کی کوششیں بھی ہوتی رہی ہیں۔ اگرچہ دنیوی آمر اور مذہبی رہنما کے اُولی الامر ہونے کے مابین قطبین کا بُعد ہے لیکن آمر کے لفظی اشتراک کے باعث بعض اوقات فتنہ پرداز عامۃ النّاس کو دھوکا دینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ آمر اور اولی الامر میں متعدد دوسرے بنیادی اختلافات کے علاوہ جن پر انسان ادنیٰ سے تدبر سے اطلاع پا سکتا ہے۔ ایک فرق یہ ہوتا ہے کہ جب کہ آمر ایک مادر پدر آزاد اور جابر حاکم ہوتا ہے جس کی حکومت بیرونی پابندیوں سے ناآشنا اور جبر و اکراہ پر مبنی ہوتی ہے۔ اُولی الامر بیک وقت ایک پہلو سے آمر اور ایک پہلو سے مامور ہوتا ہے اور براہِ راست جسموں پر نہیں بلکہ دلوں کی معرفت اجسام پر حکومت کرتا ہے وہ ایک مذہبی ضابطۂ حیات اور دستورُ العمل کے اس حد تک تابع ہوتا ہے کہ سرِ مُو بھی اس سے انحراف نہیں کر سکتا اور اتنے اخلاص اور فروتنی اور احترام کے ساتھ اس کے ایک ایک نقطے پر عمل پیرا ہوتا ہے کہ کوئی دنیوی جمہوریت کا پرستار اس کا عشرِ عشیر بھی اپنے جمہوری دستور کا احترام نہیں کرتا۔ آمر کا تو معاملہ ہی الگ ہے۔ ایک جمہوری حکمران بھی جب چاہے، اپنی چرب زبانی اور اثر و رسوخ سے کام لے کر بنیادی جمہوری دستور کی ہر اس شِق کو تبدیل کروا سکتا ہے، جسے وہ ناپسند کرے لیکن ایک اُولی الامر مأمُور من اللہ کو اتنی بھی قدرت نہیں کہ قانونِ شریعت کا ایک شعشہ بھی اپنے مقام سے ٹال سکے۔

المختصر یہ کہ ایک مأمُور من اللہ پر دنیاوی معنوں میں "آمر" ہونے کا الزام لگانا یا تو جہالت کے

نتیجہ میں ہوسکتا ہے یا اندھی دشمنی کے نتیجہ میں۔ تیسری کوئی صورت ذہن میں نہیں آتی۔ ایک مامور من اللہ کے خلیفہ پر یہ الزام عائد کرنا تو بدرجہ اُولیٰ غلط ہے کیونکہ وہ تو اپنے فیصلوں میں دُوہری پابندیوں میں جکڑا ہوا ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے خلفاء کا معاملہ تو اس اعتراض سے اور بھی دُور تر ہو جاتا ہے کیونکہ یہ خُلفاء تو ایک ایسے مامور من اللہ کے تابع فرمان ہیں جس کا پور پور سید المامورین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ کے بندھنوں میں عاشقانہ اور والہانہ جکڑا ہُوا تھا۔

پہلے امام یا خلیفہ کی مخالفت کا الزام

دوسرا اعتراض جو منکرینِ خلافت اور منافقین حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی ذاتِ بابرکات پر کرتے رہے وہ یہ تھا کہ نعوذ باللہ آپؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے منشاء اور وصیّت کو پسِ پُشت ڈالتے ہوئے انجمن کی حکمرانی کی بجائے خلافت کو جماعت پر ٹھونس دیا ہے۔

یہ اعتراض بھی کوئی نیا نہیں کیونکہ قدیم سے منافقین کی یہ عادت چلی آئی ہے کہ ایک امام کی زندگی میں تو اس پر اعتراض کرتے یا اُس کے فیصلوں کو بادلِ نخواستہ قبول کرتے ہیں اور کسی پہلو سے بھی اطاعت کرنے والوں کی صفِ اوّل میں اُن کا شمار نہیں کیا جاسکتا لیکن جب وہ امام گزر جاتا ہے اور اس کے تابعِ فرمان مخلصین کی صفِ اوّل میں سے ایک نیا امام اس کا جانشین مقرر ہوتا ہے تو اس امام پر الزام لگانے لگتے ہیں کہ وہ گزشتہ امام کے فیصلوں کا احترام نہیں کرتا۔

تاریخ سے ثابت ہے کہ سیّد ولدِ آدم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاک خلفاء کو بھی بارہا اسی قسم کے طعنوں کے چرکے دیئے گئے اور اُن کے فیصلوں کو یہ کہہ کر چیلنج کیا گیا کہ نعوذ باللہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادات یا تعامل کے خلاف ہے۔ سادگی اور لاعلمی میں بھی یہ سوال اٹھایا جاسکتا ہے اور بعض اوقات نہایت اخلاص اور صاف نیت کے ساتھ اس خیال سے بھی ایسی بات کر دی جاتی ہے کہ ممکن ہے خلیفۂ وقت کے ذہن میں متعلقہ ارشادِ نبوی یا گزشتہ خلیفہ کا فیصلہ مستحضر

نہ ہو۔ اس طریق پر اگر بات کی جائے تو یہ تقویٰ کے خلاف نہیں۔ لیکن یہاں جس قبیل کے معترضین کا ذکر ہے وہ مؤمنین کی جماعت میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے خلاف یہ بدظنی پھیلانے کی کوشش کرتے تھے کہ نعوذ باللہ آپؓ عمداً حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے ارشادات کو پسِ پُشت ڈالتے ہوئے جماعت کو غلط راستے پر ڈال رہے ہیں۔ حالانکہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام سے جو فدائیت اور عشق اور اطاعت شعاری کی نسبت تھی اس کا عشر عشیر بھی ان معترضین کو نصیب نہ تھا۔

اس ضمن میں میاں محمد عبداللہ صاحب حجام کی ایک روایت بڑی بصیرت افروز ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ قادیان میں حضرت میاں شریف احمد صاحب کی کوٹھی حجامت بنانے کی غرض سے گئے تو دورانِ انتظار صوبہ سرحد کے ایک معزز دوست غلام محمد خان صاحب بھی ملاقات کی غرض سے تشریف لے آئے لیکن کرسی کے اُوپر بیٹھنے کی بجائے بڑے عاجزانہ رنگ میں زمین پر بیٹھ رہے۔ جب حضرت میاں شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے تو تیزی سے بڑھ کر اُن کو اٹھایا کہ اُوپر تشریف رکھیں لیکن وہ زمین پر بیٹھنے پر مصر رہے۔ بالآخر حضرت میاں صاحبؓ کے اصرار کے بعد گزارش کی کہ دراصل میرے دل پر ایک واقعہ کا بڑا گہرا اثر ہے۔ اس لئے میں اپنے لئے خاکساری کو ہی پسند کرتا ہوں۔ اور وہ واقعہ یہ سُنایا کہ حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ السّلام کی زندگی میں جب کبھی ہم قادیان آتے تو ہمیشہ ایک بوڑھے آدمی کو بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ جوتیوں میں بیٹھے ہوئے دیکھتے۔ جب حضور کا وصال ہوا تو ہم بھی جلد از جلد قادیان پہنچے تاکہ اپنے محبُوب کا آخری دیدار کر سکیں۔ قادیان پہنچتے ہی ہمیں خبر ملی کہ بہشتی مقبرہ کے ملحقہ باغ میں جماعت کے نئے امام خلیفۃ المسیح بیعت لے رہے ہیں۔ چنانچہ ہم بھی دوڑتے ہوئے وہاں حاضر ہوئے لیکن ہمارے تعجّب کی کوئی انتہا نہ رہی جب دیکھا کہ وہی جوتیوں میں بیٹھنے والا بوڑھا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے پہلے خلیفہ کی حیثیت سے بیعت لے رہا تھا۔ میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ یہ بتاتے ہوئے اُن پر سخت رقت طاری ہو گئی اور روتے ہوئے کہا کہ اس وقت ہم نے سوچا کہ اللہ کی شان ہے کہ مسیحِ موعودؑ کی جوتیوں میں

بیٹھنے والا یہ بوڑھا آج مسندِ خلافت پر رونق افروز ہے۔

ستم ظریفی دیکھئے کہ اسی انتہائی منکسر المزاج بزرگ پر بعد ازاں تکبّر اور نخوت کے الزام لگائے گئے اور وہ لوگ جو خود اطاعت کے مفہوم ہی سے نابلد تھے اسی عاشقِ صادق اور اطاعت مجسّم بزرگ پر یہ اعتراض بھی کرنے لگے کہ نعوذ باللہ آپؓ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے منشائے مبارک اور وصیّت کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرتے ہوئے جماعت کو غلط راستے پر ڈال رہے ہیں۔

یہ ستم ظریفی تو ہے لیکن تعجب کی بات نہیں کیونکہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا آیا ہے اور ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ اور خُدا کے برگزیدہ بندے ادنیٰ ادنیٰ انسانوں کے ہاتھوں دُکھ اٹھاتے رہیں گے۔

قومی اموال میں غلط تصرّف کا الزام

ایک اعتراض یہ اٹھایا گیا کہ حضرت خلیفۃُ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کو نعوذ باللہ جماعتی اموال کا درد نہیں اور بھیرہ کے ایک ہم وطن شخص کی ناجائز رعایت کر کے اُسے جماعت کی جائیداد اونے پونے دیجا رہی ہے۔ یہ اعتراض بھی پُرانے منافقین کی روش کا اعادہ ہے۔ خلفائے راشدین کی تاریخ سے واقفیّت رکھنے والے احباب پر خوب روشن ہوگا کہ کس طرح معترضین نے ایک کے بعد دوسرے خلیفہ پر مالی بے ضابطگیوں اور ناانصافیوں کے الزامات عائد کئے۔ خُلفاء تو پھر خُلفاء تھے دونوں جہان کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلیّ اللہ علیہ وسلّم پر بھی ظالم اس بارہ میں زبانِ طعن دراز کرنے سے باز نہ آئے یعنی اس سردارِ دو عالمؐ پر بھی قومی اموال کی ناجائز تقسیم کا الزام لگایا گیا جو اس دنیا میں بھی عدل کی بلند ترین کرسی پر فائز فرمایا گیا اور قیامت کے دن بھی خُدا کے بعد عدل و انصاف کی کُرسیوں میں اس کی کُرسی سب سے اُونچی ہوگی۔

خُدا کا نبی تو براہ راست خُدا کا انتخاب ہوتا ہے لیکن نبی کے خُلفاء کا انتخاب چونکہ الٰہی تصرّف کے تحت نبی کی تربیت یافتہ صالحین کی جماعت کرتی ہے اور انتخاب کے وقت معیار محض تقویٰ اللہ ہوتا

ہے۔اس لئے انبیاء کے خلفاء کو بھی خدا تعالےٰ ہی کا انتخاب شمار کیا جاتا ہے۔جماعت احمدیّہ (مبائعین) کا اسی مذہب پر اجماع ہے۔پس جس وجود کو خلافت کی عظیم ذمہ داری محض اس لئے سونپی جاتی ہے کہ وہ اپنے وقت کے انسانوں میں اللہ تعالےٰ کا سب سے زیادہ تقویٰ اپنے دل میں رکھتا ہے اس پر اس قسم کے لغو اعتراضات مضحکہ خیزی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔دین کی راہ میں مالی قربانی کے میدان میں یہ معترضین حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی جوتیوں کی خاک کو بھی نہیں پہنچے تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ السّلام آپؓ کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

"سب سے پہلے میں اپنے ایک روحانی بھائی کے ذکر کرنے کے لئے دل میں جوش پاتا ہوں جن کا نام اُن کے نورِ اخلاص کی طرح نوردین ہے میں اُن کی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مالِ حلال کے خرچ سے اعلائے کلمہ اسلام کے لئے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہو سکتیں۔اُن کے دِل میں جو تائیدِ دین کے لئے جوش بھرا ہؤا ہے، اس کے تصوّر سے قدرتِ الٰہی کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کہ وہ کیسے اپنے بندوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے! وہ اپنے تمام مال اور تمام زور تمام اسبابِ مقدرت کے ساتھ جو اُن کو میسّر ہیں ہر وقت اللہ، رسولؐ کی اطاعت کے لئے مستعد کھڑے ہیں۔اور میں تجربہ سے نہ صرف حسنِ ظن سے یہ علمِ صحیح واقعی رکھتا ہوں کہ انہیں میری راہ میں مال کیا بلکہ جان اور عزّت تک سے بھی دریغ نہیں اگر میں اجازت دیتا تو وہ سب کچھ اس راہ میں فدا کر کے اپنی روحانی رفاقت کی طرح جسمانی رفاقت اور ہر دم صحبت میں رہنے کا حق ادا کرتے۔انکے بعض خطوط کی چند سطریں بطور نمونہ ناظرین کو دکھلاتا ہوں تا انہیں معلوم ہو کہ میرے پیارے بھائی مولوی حکیم نورالدین بھیروی معالج ریاست جموں نے محبّت اور

اخلاص کے مراتب میں کہاں تک ترقی کی ہے۔ اور وہ سطریں یہ ہیں :۔
مولنا، مرشدنا، امامنا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

عالیجناب! میری دعا یہ ہے کہ ہر وقت حضور کی جناب میں حاضر رہوں ۔ اور امام الزّمان سے جس مطلب کے واسطے وہ مجدّد کیا گیا، وہ مطالب حاصل کروں۔ اگر اجازت ہو تو مَیں نوکری سے استعفیٰ دے دوں اور دن رات خدمت عالی میں پڑا رہوں یا اگر حکم ہو تو اس تعلق کو چھوڑ کر دُنیا میں پھروں اور لوگوں کو دینِ حق کی طرف بُلاؤں اور اسی راہ میں جان دے دُوں۔ مَیں آپؑ کی راہ میں قربان ہوں۔ میرا جو کچھ ہے، میرا نہیں آپؑ کا ہے۔ حضرت پیرو مُرشد مَیں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو مَیں مُراد کو پہنچ گیا"۔[1]

اس بحث میں یاد رکھنے کے لائق نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقدّس بندوں پر اس قسم کے اعتراض کرنے والوں کو خواہ وہ پہلے گزرے ہوں یا بعد میں آئیں، آپ عموماً خود مالی قربانی کرنے والوں کی صف میں سب سے پیچھے کھڑا ہُوا پائیں گے یا پھر محض تماش بینوں کی حیثیت رکھتے ہوں گے ایسے لوگوں کا مقصد نہ کبھی پہلے نیک ہُوا نہ آئندہ ہوگا۔ محض ریا کاری یا نفاق پھیلانا یا کسی ذاتی رنجش کا انتقام لینا ان کا مقصد ہوتا ہے ۔

یہ اعتراض کہ حق حق دار کو نہیں پہنچا بلکہ کمتر شخص کو اختیار کر لیا گیا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ پر عائد کیا جانے والا یہ اعتراض بھی ہزاروں سال پُرانا

[1] روحانی خزائن (فتح اسلام) جلد ۳ صہ ۳۵، صہ ۳۶

وہ اعتراض ہے جو منکرینِ نبوّت انبیائے وقت پر کرتے رہے اور منکرینِ خلافت، خلفائے وقت پر۔ یہی اعتراض حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ پر اور بعد میں آنے والے خُلفاء پر بھی کیا گیا اور خُدا جانے کب تک کیا جاتا رہے گا۔ دراصل شیطان مؤمنین کی جماعت پر مختلف اطراف سے مختلف بھیس بدل کر حملہ آور ہوتا رہتا ہے۔ کہیں وہ ان میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے کبھی مذہبی قیادت کے خلاف عدمِ اعتماد پیدا کرنے کی۔ کبھی وہ پھپھا کٹنی کا رُوپ دھار لیتا ہے اور یہ باور کرانے کی کوشش کرتا ہے کہ امامِ وقت سے بڑھ کر کوئی اور تمہارا ہمدرد اور بہی خواہ موجود ہے۔ کبھی وہ ظاہری علم کی قباء اوڑھ کر آتا ہے اور یہ وسوسہ پھیلاتا ہے کہ تمہارے امام کا علم خام ہے جبکہ اس کی نسبت بہت بڑے بڑے عالِم تم میں موجود ہیں۔ کبھی وہ ایک جُبّہ پوش عابد و زاہد بن کر اُن کو ورغلاتا ہے کہ تمہارے امام سے کہیں بڑھ کر خُدا کا پیارا تم میں موجود ہے۔ پس جو کچھ مانگنا ہے، اس کی معرفت مانگو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب رضی اللہ عنہ کا جماعتِ احمدیہ پر ایک عظیم احسان ہے کہ اس قسم کے فتنہ پردازوں کے اطوار و عادات کو بار بار ایسی وضاحت کے ساتھ کھول کر جماعت کے سامنے رکھ دیا ہے کہ اب جب بھی جس بھیس میں بھی فتنہ پرداز حملہ آور ہوتے ہیں، جماعت کی بھاری اکثریت کا ردِّعمل اس مصرعہ کے مصداق ہوتا ہے ؎

ہم سمجھے ہوئے ہیں اُسے جس بھیس میں جو آئے

ہاں چند احمق یا رُوحانی بیمار اور منافق طبع لوگ ضرور ہر بار شیطان کے ہاتھ لگ جاتے ہیں اور قرآن کریم کا یہ پہلا سبق بھول جاتے ہیں کہ سب سے پہلا فریب جو ابلیس نے خود کھایا اور اپنے متبعین کو کھلایا وہ اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡہُ کا فریب تھا۔ حق پرست اور حق شناس بندگانِ خُدا کا امتیازی نشان اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡہُ کا دعویٰ نہیں بلکہ "اَنَا اَحۡقَرُ الۡغِلۡمَانِ" کا اعلان ہوتا ہے۔ وہ خود عاجزانہ راہوں پر قدم مارتے ہیں اور دُنیا کو بھی یہی تعلیم دیتے ہیں کہ ؎

بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی عظمت بھی آپؓ کی انکساری اور عجز میں مضمر تھی ۔

جزئی فضیلت کی بحثیں یا نفاق کا چور دروازہ

خلیفۂ وقت سے بہتر ہونے کا گھمنڈ رکھنے والے یا اس پر کسی دوسرے کی فضیلت کا ڈھنڈورا پیٹنے والے بعض اوقات پختہ ایمان والوں کے دلوں میں راہ پانے کے لئے "جزئی فضیلت" کے چور دروازے سے داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں ۔ ان کی چکنی چپڑی باتیں کچھ اس نہج پر چلتی ہیں کہ خلیفۂ وقت فلاں معاملہ میں تو بہت قابل ہے لیکن فلاں معاملہ کی اسے کوئی واقفیت نہیں ۔ اس معاملہ میں فلاں شخص کا جواب نہیں وغیرہ وغیرہ ۔ یہ فتنہ مختلف شکلیں اختیار کر لیتا ہے ۔ کبھی تقریر و تحریر کی فضیلت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے کبھی عبادت گزاری کی صورت میں، کبھی ظاہری سادگی اور درویشانہ زندگی کی قباء پہن کر اُٹھتا ہے، کبھی علمِ قرآن کا چوغہ اوڑھ کر ۔ کبھی دنیاوی علوم کی برتری کا تذکرہ بن جاتا ہے ۔ کبھی سیاست اور تدبر اور معاملہ فہمی کا چرچا ۔ غرضیکہ جس رخنہ سے موقع ملے، یہ مومنوں کی مرصوص صف بندی میں داخل ہو کر انتشار پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ایک قیادت کی طرف مرکوز جماعتی توجہ کو دو یا تین یا زائد قیادتوں کی طرف پھیر کر وحدتِ ملی کے نقصان کا موجب بنتا ہے ۔

روحانی قیادت کے خلاف فتنے کی یہ مختلف شکلیں ازمنہ گزشتہ میں بھی پائی جاتی تھیں اور خلافتِ راشدہ کو بھی اس نے نقصان پہنچانے کی کوشش کی ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس نے یہ شکل اختیار کی کہ آپ کی بزرگی اور علمِ قرآن کو تو تسلیم کیا جانے لگا لیکن ساتھ ہی یہ شوشہ بھی چھوڑ دیا جاتا کہ دراصل خلیفہ اسی لائق ہوتا ہے کہ نمازیں پڑھائے، درس و تدریس کا کام کرے، بیعتیں لے اور دعائیں کرے ۔ اس کا دیگر انتظامی امور وغیرہ سے کیا تعلق ہے یہ کام تو صاحبِ تجربہ، جہاندیدہ اور علوم دنیوی سے آراستہ لوگوں کا ہے ۔ لہٰذا جماعت کو ایک سر کی بجائے دو سروں والی قیادت کی ضرورت ہے ۔ ایک سر تو مرکزی ملّا کے فرائض انجام دے اور ایک سر بصورت انجمن تمام دیگر امور میں جماعت کی

قیادت کرے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے عہد میں اس فتنہ نے جو صورت اختیار کی، چونکہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے، اس لئے عین ممکن ہے کہ یہ کسی دوسری خلافت میں اس کے بالکل برعکس شکل میں ظاہر ہو اور کسی خلیفہ کے بارہ میں یہ پراپیگنڈہ کیا جائے کہ دراصل خلیفہ تو انتظامی سربراہ ہوتا ہے اور اسی قابلیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے جماعت نے فلاں شخص کا انتخاب کیا تھا۔ جہاں تک روحانیت اور تعلق باللہ کا سوال ہے، فلاں شخص کا کوئی مقابلہ نہیں۔ پس انتظامی امور میں بے شک خلیفہ کی اطاعت کرو مگر ارادت مندی اور عقیدت اور دلی محبت فلاں بزرگ سے رکھو۔ گویا انجمن کے کام چلانے کے لئے تو خلیفہ ہو اور روحانی قیادت اور رہنمائی کے لئے ایک بُت تراش لیا جائے۔ لیکن جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے، حقیقتِ خلافت سے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے پُر معرفت جلالی خطبات اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی زندگی بھر کی بھرپور جدوجہد کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے جماعتِ احمدیہ کی ایسی ٹھوس اور گہری تربیت ہو چکی ہے کہ جماعت کی بہت بھاری اکثریت ان فتنہ پردازوں کے چھپے ہوئے بدارادوں کو فوراً بھانپ لیتی ہے اور اُن کے دلوں میں پکنے والے بُغض و عناد، حسد و خود پرستی کے زہریلے مواد سے پناہ مانگتی ہے۔

اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہُ۔ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ

خلیفۂ وقت کی غلطیوں کی نشاندہی اور اُن کے چرچے

مذکورہ بالا فتنہ کی ایک شکل یہ بھی بنتی ہے کہ خلیفہ کے فیصلہ جات پر پہلے دبی زبان سے تنقید کی جاتی ہے پھر حسبِ حالات کھُل کر اُن کی مذمّت کی مہم چلائی جاتی ہے۔ ایسے فتنے بعض اوقات عمومی شکل بھی اختیار کر جاتے ہیں اور تمام جماعت سے تعلق رکھنے والے مرکزی فیصلوں کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے لیکن اکثر اوقات یہ محدود دائرے سے تعلق رکھتے ہیں۔ بعض قضائی یا انتظامی فیصلے ایسے ہوتے ہیں کہ

لازماً خلیفۃ المسیح کا فیصلہ ایک فریق کے حق میں اور ایک فریق کے خلاف ہوگا۔ اس صورت میں منافقین کی ہمدردیاں حق اور ناحق کی تمیز کے بغیر بلا استثناء متاثرہ فریق سے ہوتی ہیں اور وہ انسانی ہمدردی اور اخلاقِ حسنہ کے پردہ میں متاثرہ دوستوں سے ایسی لگاوٹ کی باتیں کرتے ہیں جو رفتہ رفتہ خلیفۂ وقت کے خلاف منافرت انگیزی پر منتج ہوجاتی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے جب منکرینِ خلافت کا بڑی سختی سے محاسبہ کیا تو فتنہ کی یہی شکل اس موقع پر بھی رُونما ہوئی۔ اور اندر اندر ایک دوسرے کے ساتھ اس رنگ میں ہمدردیاں کی جانے لگیں گویا وہ سخت مظلوم اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی تیغِ ستم کا کشتہ ہیں۔ فتنوں کی تاریخ میں یہ شکل بھی بہت قدیمی ہے اور اسی طرح مردُود ہے جس طرح دیگر اقسام۔

اپنی پسند کے آدمیوں کو مسلّط کرنیکا الزام

ایک الزام حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ پر یہ لگایا گیا کہ یہ اپنی پسند کے آدمیوں کو (جو معترضین کی نظر میں نااہل تھے) جماعت پر مسلّط کر رہے ہیں۔ یہ اُسی نوعیت کا الزام ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مبارک عہد میں ایک نہایت خطرناک وباء کی صورت میں پھُوٹا تھا دراصل ہر زندہ حقیقت کے ساتھ موت کی منحوس صورتیں ہمیشہ نبرد آزما رہی ہیں، اور رہیں گی اور ان وباؤں کے ساتھ مقابلہ میں جب بھی کوئی زندہ جماعت غالب آتی ہے تو اس نوعیّت کے دوسرے فتنوں کے مقابلے کی پہلے سے بڑھ کر طاقت اس میں پیدا ہوجاتی ہے۔ اور اس ازلی ابدی حقیقت کو کوئی تبدیل نہیں کرسکتا کہ ہر زندہ حقیقت کو موت یا اس سے مشابہ قوتوں کے ساتھ نبرد آزما رہنا پڑتا ہے اور اس میں اس کے ارتقاء اور تحسینِ عمل کا راز مضمر ہے۔ قرآن کریم اسی مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝
الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۝

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ ○

(الملک ۶۷: ۲-۳)

بابرکت ہے وہ ذات جس کے قبضۂ قدرت میں ہر قسم کی بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے وہی ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائش میں ڈال کر معلوم کرے کہ تم میں سے کون بہترین عمل کرنے والا ہے۔ اور وہ غالب اور بہت بخشنے والا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ پر یہ الزام عائد کرنے والوں کے پیشِ نظر بالخصوص حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کی ذات تھی جن پر حضرت خلیفۃ المسیح غیر معمولی اعتماد فرماتے اور معترضین کی نظر میں نا اہل ہونے کے باوجود نہایت اہم جماعتی ذمہ داریاں آپؓ کے سپرد فرماتے۔ یہاں تک بھی چہ میگوئیاں کی جاتیں کہ اپنے بعد "میاں محمود" کو خلیفہ بنانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ اپنی آخری بیماری میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا اسی اعتراض کے پیشِ نظر تھا:- کہ

"وہ جو کہتا ہے کہ فلاں شخص کو میں نے خلیفہ مقرر کر دیا ہے غلط ہے۔ مجھے کیا علم ہے کہ کون خلیفہ ہو گا اور کیا ہو گا۔ کون خلیفہ بنے گا یا مجھ سے بہتر خلیفہ ہو گا۔ میں نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔ میں کسی کو خلیفہ نہیں بناتا میرا یہ کام نہیں خلیفے اللہ ہی بناتا ہے۔ میرے بعد بھی اللہ ہی بنائے گا۔"

(الحکم ۲۸ر فروری ۱۹۱۴ء)

بڑھاپے اور جسمانی کمزوری کے باعث نا اہلی کا الزام

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ پر تنقید کا ایک یہ بہانہ بھی بنایا جاتا تھا کہ چونکہ آپ بہت

بوڑھے ہو چکے ہیں، لہٰذا عمر کے طبعی تقاضے کے پیشِ نظر (نعوذ باللہ) طبیعت میں تلوّن اور ضدّ بہت بڑھ گئے ہیں۔ اس ضمن میں بعض خطوط میں سے دو اقتباسات ملاحظہ فرمائیے :۔

"خلیفہ صاحب کا تلوّنِ طبع بہت بڑھ گیا ہے اور عنقریب ایک نوٹس شائع کرنے والے ہیں۔ جس سے اندیشہ بہت بڑے ابتلا کا ہے ...... اگر ذرا بھی مخالف خلیفہ صاحب کی رائے سے ہو تو بر افروختہ ہو جاتے ہیں ...... سب حالات عرض کئے گئے مگر ان کا جوش فرو نہ ہوا اور ایک اشتہار جاری کرنے کا مصمم ارادہ رکھتے ہیں"[1]

"حضرت مولوی صاحب کی طبیعت میں ضد اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ دوسرے کی سن ہی نہیں سکتے۔ وصیت کو پسِ پشت ڈال کر خدا کے فرستادہ کے کلام کی بے پرواہی کرتے ہوئے شخصی وجاہت اور حکومت ہی پیشِ نظر ہے۔ سلسلہ تباہ ہو تو ہو مگر اپنے منہ سے نکلی ہوئی بات نہ ٹلے۔ وہ سلسلہ جو کہ حضرت اقدس کے ذریعہ بنا تھا اور جو کہ بڑھے گا، وہ چند ایک اشخاص کی ذاتی رائے کی وجہ سے اب ایسا گرنے کو ہے کہ پھر ایک وقت کے بعد ہی سنبھلے تو سنبھلے"[2]

---

[1] خط ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب بنام سید حامد علی شاہ صاحب سیالکوٹی

[2] خط ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب بنام سید حامد علی شاہ صاحب سیالکوٹی

منافقین کا یہ پُرانا وطیرہ ہے کہ بَل فریب سے بات کرتے ہیں اور کسی بزرگ ہستی کی گستاخی کے لئے زبان بے قابو ہو رہی ہو تو لفظی چالاکی سے کوئی نہ کوئی راہ نکال لیتے ہیں۔ چنانچہ خدا تعالےٰ کی تقدیر کے خلاف زبان درازی مقصود ہو تو فلک کو بُرا بھلا کہہ کر دِل کی بھڑاس نکال لی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے افلاک یا گردشِ ایّام کو بُرا بھلا کہنے سے سختی سے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ دراصل تقدیرِ الٰہی کو بُرا کہنے کے مترادف ہے۔

پس منافقین بھی خلیفہ وقت کو کوسنے کی جرأت نہ پاکر کبھی اس کے بڑھاپے کو بُرا بھلا کہتے اور کبھی اس کی بیماری کو آڑ بنا کر مومنوں کی جماعت میں "عزلِ خلیفہ" کے جراثیم پھیلانے کی کوشش کرتے اور اس حقیقت کو فراموش کر دیتے کہ مومنوں کی سوسائٹی میں خلیفہ کا مقام اس سے بہت بڑھ کر ہے، جو ایک خاندان کے ماحول میں ماں باپ کو حاصل ہوتا ہے یعنی ان ماں باپ کو جن کے بارہ میں قرآن کریم یہ تعلیم دیتا ہے کہ اگر اُن میں سے دونوں یا ایک بہت بوڑھے ہو جائیں، تب بھی (دامنِ ادب ہاتھ سے نہ جانے دینا اور) اُن کے سامنے اُف تک نہ کرنا۔"

یہ تو اندرونی طور پر نفاق کے پردوں میں پنپ کر خلافتِ حقّہ کو زائل کرنے کی سازشوں کا نمونہ تھا۔ دشمن بیرونی طور پر اور کُھل کر بھی خلافت کو زائل کرنے کی ہر دَور میں کوشش کرتا رہا ہے۔ پُرانی تاریخ کو دُھرانے کی یہاں گنجائش نہیں۔ البتہ موجودہ دَور میں خلافتِ حقّہ کو ختم کرنے کے لئے جو کوشش کی گئی وہ اندرونی وساوس کی قسم کی کوئی سازش نہ تھی بلکہ اس حصارِ امن و ایمان و یقین کو توڑنے کے لئے ایک حکومت کو استعمال کیا گیا جس کے پیچھے کئی دشمنِ اسلام طاقتیں کار فرما تھیں۔ یہ ایک خوفناک سازش تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ خلافت کے وجود کو ختم کر کے پھر بزورِ طاقت جماعت احمدیہ کو کُچل دیا جائے اور یہ جماعت جو خلافت کے حصار میں غلبہ اسلام کے عظیم الشان کام کر رہی ہے اُن سے روک دیا جائے۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرّابع اس سازش کا تفصیلاً ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ان کے ارادے ایسے ہیں کہ ان کو سوچ کر بھی ایک انسان جس کا دنیا میں

کوئی سہارا نہ ہو، اس کی ساری زندگی خراب ہو سکتی ہے۔ اس کے تصوّر
سے بھی انسان کا وجود لرزنے لگتا ہے۔ لیکن مَیں جانتا ہوں کہ نہ مجھ پر یہ
اثر ہے اور نہ آپ پر یہ اثر ہوگا۔ کیونکہ مَیں بھی جانتا ہوں کہ ہمارا خُدا
موجود ہے جو ہمارے ساتھ ہمیشہ رہا ہے اور ہمارے ساتھ ہمیشہ رہے
گا۔ اور آپ بھی جانتے ہیں۔ اس لئے جب مَیں آپ سے بات کرتا ہوں
توڈرانے کے لئے یہ بات نہیں کرتا۔ صرف بتانے کے لئے کہ آنکھیں کھول
کر وقت گزاریں ....۔

اس دَور میں یعنی ۱۹۸۴ء کی جو شرارت ہے اس میں ایک مکمل سکیم
کے تابع پاکستان میں جماعت احمدیہ کے مرکز کو ملیامیٹ کرنے کا ارادہ تھا
اور جماعت احمدیہ کی ہر اس انسٹی ٹیوشن، ہر اس تنظیم پر ہاتھ ڈالنے کا
ارادہ تھا۔ جس کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے انہوں
نے ایسے قانون بنائے جن کے نتیجہ میں خلیفۂ وقت پاکستان میں رہتے
ہوئے خلافت کا کوئی بھی فریضہ سرانجام نہیں دے سکتا...........
خلیفۂ وقت اگر پاکستان میں السّلام علیکم بھی کہے تو حکومت کے
پاس یہ ذریعہ موجود ہے اور وہ قانون موجود ہے جس کو بروئے کار لاکر وہ اسے
پکڑ کر تین سال کے لئے جماعت سے الگ کر سکتے ہیں اور یہی نیت تھی اور
ابھی بھی ہے۔

چنانچہ میرے آنے سے پہلے دو تین دن کے اندر جو واقعات ہوئے ہیں اُن
کا اس وقت تو ہمیں پورا علم نہیں تھا کیونکہ خُدا کی تقدیر نے خاص رنگ میں
میرے باہر بھجوانے کا انتظام فرمایا..........۔

یہ خلافت کے قلع قمع کی ایک نہایت بھیانک سازش تھی جس کی پہلی کڑی

یہ سوچی گئی تھی کہ خلیفۂ وقت کو اگر اپنے آپ کو کسی طرح بھی مسلمان ظاہر کرے تو فوری طور پر قید کر کے تین سال کے لئے جماعت سے الگ کر دیا جائے۔۔
.........آرڈر یہ تھے کہ اگر یہ خطبہ دے (آرڈیننس کے دوسرے دن جمعہ تھا) تو خطبہ چونکہ ایک اسلامی کام ہے اور صرف اسی بہانے پر اسکو پکڑا جا سکتا ہے کہ تم خطبہ دے کر مسلمان بنتے ہو۔ تشہد پڑھا ہے، اس کے نتیجہ میں پکڑا جا سکتا ہے۔ اگر خطبہ دے تو تب پکڑو اور اگر خطبہ نہ دے تو پھر کوئی بہانہ تلاش کرو۔ اور اگر ربوہ کی کسی ایک بھی مسجد میں اذان ہو جائے۔ یا کوئی اور بہانہ مل جائے تو تب بھی اس کو پکڑ لو۔ اور آخری آرڈر یہ تھا کہ اگر کوئی بہانہ نہ بھی ملے تو بہانہ تراشو اور پکڑو۔ مُراد یہ تھی کہ خلیفۂ وقت اگر ربوہ میں رہے تو ایک مُردہ کی حیثیت سے وہاں رہے اور اپنے فرائضِ منصبی میں سے کوئی بھی نہ ادا کر سکے۔ اگر وہ ایسا کرنے پر تیار ہو یعنی ایک مردہ کی طرح زندہ رہنے پر تیار ہو تو ساری جماعت کا ایمان ختم ہو جائے گا۔ ساری جماعت یہ سوچے گی کہ خلیفۂ وقت ہمیں تو قربانیوں کی طرف بلا رہا ہے ہمیں تو کہتا ہے کہ اسلام کا نام بلند کرو اور خود ایک لفظ مُنہ سے نہیں نکالتا۔ چنانچہ یہ جماعت کے ایمان پر حملہ تھا اور اگر خلیفۂ وقت جماعت کا ایمان بچانے کے لئے بولے تو اس کو تین سال کے لئے جماعت سے الگ کر دو۔ چونکہ جماعت ایک نظام کی وجہ سے خلیفہ کا انتخاب کر ہی نہیں سکتی جب تک کہ پہلا خلیفہ مر نہ جائے اُس وقت تک اس لحاظ سے تین سال کے لئے جماعت اپنی مرکزی قیادت سے محروم رہ جائے گی۔ جس جماعت کو خلیفۂ وقت کی عادت ہو جو نظام خلیفہ کے محور کے گرد گھومتا ہو اس کو کبھی بھی خلیفہ کی عدم موجودگی میں کوئی انجمن نہیں سنبھال سکتی.........

خلافت کا کوئی بدل ہی نہیں ہے ناممکن ہے کہ خلافت کی کوئی متبادل چیز ایسی ہو جو خلافت کی جگہ لے لے اور دل اسی طرح تسکین پا لیں۔

تو تین سال کا عرصہ جماعت سے خلافت کی علیحدگی اس حال میں کہ کوئی رابطہ نہ قائم رہ سکے۔ یہ اتنی خوفناک سازش تھی کہ اگر خدانخواستہ یہ عمل میں آ جاتی تب آپ کو اندازہ ہوتا کہ کتنا بڑا حملہ جماعت کی مرکزیت پر کیا گیا ہے۔ ساری دنیا کی جماعتیں بے قرار ہو جاتیں اور ان کی راہنمائی کرنے والا کوئی نہ رہتا کچھ سمجھ نہ آتا کہ کیا کر رہے ہیں اور کیا کرنا ہے اور پھر جذبات سے بے قابو ہو کر غیر ذمہ دارانہ حرکتیں بھی ہو سکتی تھیں۔

جس طرح شدید مشتعل اور زخمی جذبات کو اللہ تعالیٰ نے مجھے سنبھالنے کی توفیق دی، خلیفۂ وقت کی عدم موجودگی یا بے تعلقی کے نتیجہ میں تو ناممکن تھا کہ جماعت کو اس طرح کوئی سنبھال سکتا۔ بعض لوگ مجھے خط لکھتے ہیں تو آپ تصور نہیں کر سکتے کہ اُن کا حال کیا ہے وہ اس وقت تڑپ رہے ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! اگر آپ کے ہاتھ پر ہم نے عہد نہ کیا ہوتا کہ ہم صبر دکھائیں گے۔ خواہ ہمارے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیئے جاتے، ہمارے بچے ہمارے سامنے ذبح کر دیئے جاتے تب بھی ان ظالموں سے ہم ضرور بدلہ لیتے۔ یہ حالت ہو جس جماعت کے اخلاص کی اور محبّت کی اور عشق کی، اُسے خلافت کے سوا سنبھال ہی کوئی نہیں سکتا۔ اس لئے یہ ایک نہایت خطرناک سازش تھی اور پھر اس کی اگلی کڑیاں تھیں، جن لوگوں کو جھوٹ کی عادت ہو، ظلم اور سفاکی کی عادت ہو، افتراء پردازی کی عادت ہو وہ کوئی بھی الزام لگا کر، کوئی بھی جھوٹ گھڑ کے پھر خلیفہ کی زندگی پر بھی حملہ کر سکتے تھے اور اس صورت میں جماعت کا اٹھ کھڑے

ہونا اور اپنے قویٰ سے قابو کھو دینا، جذبات سے قابو کھو دینا اور دماغی کیفیات سے بھی نظم وضبط کے کنٹرول اتار دینا ایک طبعی بات تھی۔ ناممکن تھا کہ جماعت ایسی حالت میں کہ اُن کو پتہ ہے کہ خلیفۂ وقت کلیتہً ایک معصوم انسان ہے ان باتوں میں نہ ہماری جماعت کبھی پڑی، نہ پڑ سکتی ہے۔ اس پر ایک جھوٹا الزام لگا کر ایک بدکردار انسان نے اُسے موت کے گھاٹ اتارا ہے ناممکن تھا کہ جماعت اس کو برداشت کر سکتی جبکہ برداشت کرنے کے لئے جو ذریعہ خدا تعالیٰ نے بخشا ہے، خلافت، اُس کی رہنمائی سے محروم ہو۔ اس صورت میں جماعت کا کوئی بھی ردِّ عمل ہو سکتا تھا جو اتنا بھیانک ہو سکتا تھا اور اتنے بھیانک نتائج تک پہنچ سکتا تھا کہ اس کے تصوّر سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور باوجود اس کے کہ ہمیں ان باتوں کا پہلے علم نہیں تھا جس رات یہ فیصلہ ہوا ہے اس رات خدا تعالیٰ نے مجھے اس بات کا اچانک علم دیا ہے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ایک بڑے زور سے یہ تحریک ڈالی کہ جس قدر جلد ہو اس ملک سے تمہارا نکلنا نظامِ خلافت کی حفاظت کے لئے ضروری ہے۔ تمہاری ذات کا کوئی سوال نہیں ہے۔

ایک رات پہلے مَیں یہ عہد کر چکا تھا کہ خدا کی قسم کہ مَیں احمدیت کی خاطر جان دونگا اور دنیا کی کوئی طاقت مجھے روک نہیں سکے گی اور اس رات خدا تعالیٰ نے مجھے ایسی اطلاعات دیں کہ جن کے نتیجہ میں اچانک میرے دل کی کایا پلٹ گئی۔ اس وقت مجھے محسوس ہوا کہ جماعت کے خلاف کتنی خوفناک سازش ہے، جسے ہر قیمت پر مجھے ناکام کرنا ہے اور وہ سازش یہ تھی کہ جب خلیفۂ وقت کو قتل کیا جائے اور جماعت اس پر

اُبھرے تو پھر نظامِ خلافت پر حملہ کیا جائے ، ربوہ کو فوج کے ذریعہ ملیامیٹ
کیا جائے اور وہاں خلافت کا نیا انتخاب نہ ہونے دیا جائے اور وہ انسٹی
ٹیوشن ہی ختم کر دی جائے اس کے بعد دنیا میں کیا باقی رہ جاتا۔
خُدا تعالیٰ کے اپنے کام ہوتے ہیں اور جن حالات میں اللہ تعالیٰ نے نکالا
ہے یہ اس کے کاموں کا ہی ایک ثبوت ہے۔ یہ مَیں نہیں کہتا کہ یہ ہو
سکتا تھا۔ ناممکن تھا کہ یہ ہوجاتا ورنہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر سے دُنیا کا ایمان
اُٹھ جاتا کہ خُدا نے خود ایک نظام قائم کیا ہے۔ خود اس کے ذریعہ ساری
دُنیا میں اسلام کے غلبہ کے منصوبے بنا رہا ہے اور پھر اس جماعت کے
دل پر ہاتھ ڈالنے کی دشمن کو توفیق عطا فرما دے۔ جس جماعت کو اپنے دین
کے احیاء کی خاطر قائم کیا ہے۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اسی لئے خُدا
تعالیٰ نے یہ انتظام فرمایا کہ اس ایک تدبیر کو ناکام کر کے دشمن کی ہر تدبیر
ناکام کر دی۔ خُدا تعالےٰ کا اتنا بڑا احسان ہے کہ جتنا بھی شکر ادا کیا جائے
کم ہے۔ آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ کتنے خوفناک نتائج سے اللہ تعالیٰ
نے جماعت کو بچا لیا، کتنی بڑی سازش کو کلیتہً ناکام کر دیا۔"

(از خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸.۱۲/۸۴ مقام پیرس فرانس)

دشمن کی یہ خوفناک سازش جو ایک حکومت کی تمام طاقت کو استعمال کر کے خلافتِ احمدیّہ کو
مٹانے کے لئے تیار کی گئی تھی۔ خُدا تعالےٰ کی تقدیر کے ساتھ ٹکرا کر پاش پاش ہوگئی اور تاریخ خلافت
شاہد ہے کہ ہر مخالفت جو خلافت کو تباہ کرنے کے لئے اٹھی، خود اپنی موت آپ مر گئی۔ اور جماعت
کو ترقیات کے نئے سنگِ میل مہیا کر گئی۔ احرار جب مخالفت کے لئے اُٹھے تو خُدا تعالیٰ نے
جماعت کو تحریک جدید کے عظیم الشان انعام سے نوازا جس کے ذریعہ احمدیت بیرونی دُنیا میں بڑی تیزی
سے پھیلی۔ اب پھر احرار نے سر اٹھایا اور خلافت کو زائل کرنے کے لئے انتہائی اوچھے ہتھیاروں پر

اترے تو خدا تعالیٰ نے نہ صرف خلافت کی حفاظت کی بلکہ جماعت کو بے بہا برکتوں سے معمور یورپین مراکز کے تحفے عطا فرمائے۔

اس پس منظر میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خلافت کی عظمت اور اس کی راہ میں آئندہ پیش آنے والی بڑی بڑی مخالفتوں، اُن کے انجام اور ان کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ پر خدا تعالیٰ کے افضال و انعامات کے نزول کی خبر دیتے ہوئے مجلس خدام الاحمدیہ کے پہلے یورپین اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے ناقابلِ تسخیر عزم اور پُر شوکت آواز میں فرمایا۔ کہ

"اس دفعہ بھی احرار ہی کا دَور ہے .... بظاہر وہ احمدیت کی موت کے ترانے الاپ رہے ہیں لیکن مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ اپنی موت کے گانے گا رہے ہیں۔ اس کے سوا اور کوئی آواز نہیں ہے جو ان کے مونہوں سے نکل رہی ہے۔

احمدیت کی صف لپیٹنے والا کسی ماں نے کوئی بچہ نہیں جنا۔ نہ پہلے تھا، نہ آج ہے، نہ آئندہ کبھی ہوگا۔ یہ وہم وگمان اگر کسی دماغ سے گزر رہا ہے تو ایک پاگل کی بڑ سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

چنانچہ تحریک جدید کے اس دَور کی طرف مَیں واپس لے کے جاتا ہوں جب یہی مجلسِ احرار بڑے بڑے نعرے بلند کر رہی تھی کہ قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ منارۃ المسیح کو اور ان کی مسجدوں کو منہدم کر دیں گے۔ کوئی نام لیوا نہیں رہے گا مرزا غلام احمد قادیانی کا۔ اُس وقت حضرت مصلح موعودؓ نے خطبہ میں یہ اعلان کیا کہ مَیں احرار کے پاؤں تلے سے زمین نکلتی ہوئی دیکھ رہا ہوں۔ اور چند ہفتے کے اندر اندر ایسی کایا پلٹی کہ سارے پنجاب سے احرار کی صف لپٹتی ہوئی دکھائی دینے لگی اور احمدیت اس کے مقابل پر بڑی شان و شوکت کے ساتھ ابھری۔ اور وہی تحریک جدید

ہے جس کا سایہ آج ساری دنیا پر قائم ہو چکا ہے۔

پس بظاہر تو ایک نہایت ہی ادنیٰ غُلام اور حقیر انسان جو خلافت کے منصب پر اللہ تعالےٰ کی کسی حکمت کے نتیجہ پر فائز کیا جاتا ہے اس کا کلام ہوتا ہے۔ بظاہر تو اس کی زبان بات کرتی ہے لیکن ہمارا تجربہ یہ ہے کہ اس کی بات کے پیچھے خدُا کی بات کار فرما ہوتی ہے اور جماعت احمدیّہ کے لئے عظیم الشان خوشخبریاں رکھ دی جاتی ہیں۔"

"جس طرح اس احرار موومنٹ کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے جماعت پر بے انتہا فضلوں کی بارشیں برسادی تھیں، میں یہ کامل یقین رکھتا ہوں کہ اس احرار موومنٹ کے نتیجہ میں بھی اتنی عظیم الشان رحمتیں اللہ تعالےٰ کی جماعت پر نازل ہوں گی جن کا آپ تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔ وہ جماعت آج کچھ اور ہے جس کو احرار نے مٹانے کی کوشش کی تھی، اس سے آج سینکڑوں گُنا زیادہ طاقتور ہے جتنی اس وقت ۱۹۳۳-۳۴ء میں تھی۔ آج جس جماعت کو مٹانے کی یہ کوشش کر رہے ہیں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ کل یہی جماعت سینکڑوں گُنا بڑھ کر ابھرے گی اور چھوٹے چھوٹے ممالک وہم بھی نہیں کر سکیں گے کہ ہم اکیلے اس جماعت کے اوپر حملہ کرنے کا بھی خیال کر سکتے ہیں۔ اگلی نسلیں جو مخالفتیں دیکھیں گی وہ بڑی بڑی حکومتوں کے اجتماع کی مخالفتیں ہوں گی .... یہ چھوٹی چھوٹی چند حکومتیں مل کر جن کی اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جو دنیا سے مانگ کر پلتی ہیں اور ہر چیز میں محتاجی رکھتی ہیں اور خدُا نے جو تھوڑا بہت دیا ہے اسی پر تکبّر کا یہ عالم ہو گیا ہے کہ خدُا کی جماعتوں سے ٹکّر لینے کی سوچ رہی ہیں۔ پس یہ دَور مٹنے والا دَور ہے۔

آئندہ بھی مخالفت ضرور ہو گی اس سے کوئی انکار نہیں ہے کیونکہ جماعت کی تقدیر میں یہ لکھا ہوا ہے کہ مشکل راستوں سے گزرے اور ترقیات کے بعد نئی ترقیات کی منازل میں داخل ہو۔ یہ مشکلات ہی ہیں جو جماعت کی زندگی کا سامان مہیا کرتی ہیں۔ اس مخالفت کے بعد جو وسیع پیمانے پر اگلی مخالفت مجھے نظر آ رہی ہے وہ ایک دو حکومتوں کا قصہ نہیں اُس میں بڑی بڑی حکومتیں مل کر جماعت کو مٹانے کی سازشیں کریں گی اور جتنی بڑی سازشیں ہوں گی اتنی ہی بڑی ناکامی اُن کے مقدر میں بھی لکھ دی جائے گی۔

مجھ سے پہلے خُلفاء نے آئندہ آنے والے خُلفاء کو حوصلہ دیا تھا اور کہا تھا کہ تم خُدا پر توکّل رکھنا اور کسی مخالفت کا خوف نہیں کھانا۔ [1]

---

[1]۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ

"جب بھی انتخابِ خلافت کا وقت آئے اور مقررہ طریق کے مطابق جو بھی خلیفہ چُنا جائے مَیں اس کو ابھی سے بشارت دیتا ہوں کہ اگر اس قانون کے ماتحت وہ چُنا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہو گا اور جو بھی اُسکے مقابل کھڑا ہو گا وہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو ذلیل کیا جائیگا اور تباہ کیا جائیگا کیونکہ ایسا خلیفہ صرف اس لئے کھڑا ہو گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی اس ہدایت کو پورا کرے کہ خلافتِ اسلامیہ ہمیشہ قائم رہے۔"

(خلافتِ حقّہ اسلامیہ صہ ۱۷)

پھر فرمایا۔ "پس مَیں ایسے شخص کو جس کو خُدا تعالیٰ خلیفہ ثالث بنائے ابھی سے بشارت دیتا ہوں کہ اگر وہ خُدا تعالیٰ پر ایمان لا کر کھڑا ہو جائیگا تو ...... اگر دنیا کی حکومتیں بھی اس سے ٹکر لیں گی تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گی۔"

(خلافتِ حقّہ اسلامیہ)

یَں آئندہ آنے والے خلفاء کو خُدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم بھی حوصلے رکھنا اور میری طرح ہمّت وصبر کے مظاہرے کرنا اور دنیا کی کسی طاقت سے خوف نہیں کھانا۔ وہ خُدا جو ادنیٰ مخالفتوں کو مٹانے والا خدا ہے وہ آئندہ آنے والی زیادہ قوی مخالفتوں کو بھی چکنا چور کر کے رکھ دے گا اور دُنیا سے ان کے نشان مٹا دے گا۔ جماعت احمدیہ نے بہر حال فتح کے بعد ایک اور فتح کی منزل میں داخل ہونا ہے۔ دُنیا کی کوئی طاقت اس تقدیر کو بہر حال بدل نہیں سکتی "۔

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرّابع ایدہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۲۹/۷/۸۲ بر موقعہ پہلا یورپین اجتماع مجلس خدام الاحمدیّہ)